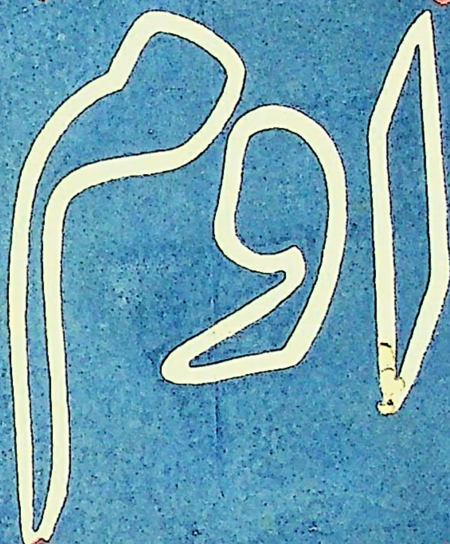


'OM' DELHI

JUNE-1977

Price Rs. 3-00

روحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک

ماہنامہ اوم دہلی 6

بازار اجمیری گیٹ

بابت ماہ جون 1977ء

قیمت فی پرچہ .. -/3 روپے
سالانہ چندہ .. -/28 روپے
وی۔پی منگوانے پر -/4 روپے زائد

اسی چندہ میں سالنامہ جنوری 1978ء
"شانتی انک"
قیمت دس روپے بھی بھیجا جائے گا

غیر ممالک سے سالانہ چندہ:۔
بذریعہ بحری ڈاک 100 روپے
بذریعہ ہوائی ڈاک 200 روپے

چیف ایڈیٹر:۔ گورکھ ناتھ نندہ

ایڈیٹر:۔ برہمانند نندہ

فہرست مضامین

شری برہمانند نندہ ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر و مالک نے اعلےٰ پرنٹنگ پریس گلی سوداگران بازار بلیماران دہلی سے چھپوا کر
دفتر رسالہ "اوم" مکان نمبر 406/5 بازار اجمیری گیٹ دہلی 6 سے شائع کیا۔

پرماتما کی رہائش گاہ

شری ۱۰۸ سوامی پری پُورنانند جی پُورن)

مکاں دل میں رہتے ہیں میرے وہ لامکاں ہو کر
عجب ہے رمزِ عرفانہ عیاں ہیں وہ نہاں ہو کر

وہ ہیں ناسوت کے ملکوت کے جبروت کے شاہد
تماشے بے تماشے کو وہ دیکھیں پاسباں ہو کر

غلط کہتے ہیں چھپ جائے خودی میں نورِ لا محدود
حقیقت میں جو حاضر ہے وہی بولے عیاں ہو کر

ہزاروں گرچہ پوشاکیں بدل کر آئے بہو رُوپی
جسے پہچان ہے اُس کی ملے اُس کو کماں ہو کر

یہ مانا بے نشاں ہے وہ نشاں کی حد سے باہر ہے
ولے دیدار اپنے کو ہُوا ظاہر جہاں ہو کر

سُنا ہے پیرِ عارف سے یہ جملہ ذات مولا ہے
بہارِ گلشنِ ہستی ہُوئی ظاہر جہاں ہو کر

کُھلی حق بیں نگاہ جس کی بہ فضلِ مرشدِ کامل
بُھلا سکتا نہیں اُس کو خدا بھی خود جہاں ہو کر

تری تعریف میں قاصر سبھی ہیں مرشدِ کامل
ہزاروں گرچہ عالم ہوں ثناخواں یک زباں ہو کر

مجھے خلوت میں مل کر وہ مخاطب یوں ہوئے مجھ سے
نہ کرنا راز کو افشا میرے تم راز داں ہو کر

اگر کرنا تو تب کرنا ہو پُوچھے شوق سے تم کو
تو نکلیں گے زباں تیری سے ہم ہی خود بیاں ہو کر

نہیں موجود جب کچھ بھی بجز اُن کے جو ہیں پُورن
ذرا ہو دیکھنے والا ملیں ہر جا عیاں ہو کر

ٹ جاگرت۔ سپن۔ سشپتی

شنکا سمادھان

ایشور، جیو، پرکرتی

پرشن - "ویدوں میں لکھا ہے کہ جیوؤں کے پُوربلے کرموں سے ایشور سرشٹی کی رچنا کرتا ہے۔"
اِس سے ثابت ہوتا ہے۔ ایشور، جیو، پرکرتی، ازلی اور انادی ہیں۔ یعنی "ڈائریکٹر۔ ایکٹر۔ سٹیج" +
اِس صُورت میں ویدانت جو ایک ہی برہم کی بات کہتا ہے۔ وہ کس پرکار سے ہے۔ اس میں پُوری
بات صاف نہیں ہوتی۔

گیان پرکاش جین
سُپرنٹنڈنٹ ایجوکیشن ہریانہ

اُتّر - تمام دھارمک ہندوؤں کا نشچے ہے کہ وید۔ ایشوری کلام ہے۔ یہ کسی منش کے بنائے ہُوئے نہیں
ہیں۔ وید کے معنی ہیں۔ گیان (جاننا) جیو۔ ایشور اور پرکرتی کے گیان کو جاننا ہی اصل تعلیم ہے۔
پرکرتی کے تین گُن ہیں۔ اور تینوں کی ہی ویاکھیا ویدوں میں ملتی ہے۔
وید ایک گہر گمبھیر سمندر ہے۔ وِدّیا رُوپی ڈھکنی کشتی میں سوار ہوکر وید رُوپی سمندر کی تہ میں اُتر کر
برھم وِدّیا کے رتنوں کو نکالنا چاہیئے۔
وید کے صحیح مفہوم کو سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل گرنتھوں کو کسی شروتری برہم نیشٹھی مہاپرش سے
پڑھنا چاہیئے۔ پہلے وقتوں میں اِن ہی گرنتھوں کو وِدّیا یعنی علم کہا جاتا تھا۔ اور اسی وِدّیا
کو پڑھنے کے لئے ہر ایک ہندو کے لئے لازم تھا کہ وہ ۲۵ سال برہمچریہ دھارن کرکے گھر بار
کا تیاگ کرکے گُورُوکُل میں داخل ہو۔

وِدّیا —— چار وید :۔ رِگ وید، یجُروید، سام وید، اتھروَ وید۔
اُپ وید :۔ آیوروید، دھنُروید، گاندھروَ وید، ارتھ وید۔
وید کے انگ :۔ شِکھشا، کلپ، ویاکرن، نروکت، چھند، جیوتش۔
اُپ انگ :۔ پُورب میمانسا، وئشیشک، نیائے، یوگ، سانکھ اور
ویدانت۔
براہمن :۔ ایترے، شت پتھ، سام اور گوپتھ۔

وید رُوپی سمندر میں ڈبکی لگانے سے پیشتر ہمیں مندرجہ بالا وِدّیا کے گرنتھوں کو پڑھنا یا سُننا چاہیئے۔ خوش قسمتی سے ہمارے گذشتہ جنم کے شُبھ کرموں کے اَنوسار ہمارا جنم ہندوؤں کے گھر ہو گیا ہے۔ جو کہ ویدک دھرم کے انُویائی مانے جاتے ہیں۔ گویا ہم سمندر کے کنارے پر تو پہنچ گئے ہیں۔ لیکن وِدّیا کو حاصل نہیں کیا۔ یعنی وِدّیا رُوپی جہاز ہمیں نصیب نہیں ہُوا۔ اِس لیئے سمندر کی تہہ میں جو رتن پڑے ہیں۔ اُن کو ہم کیسے حاصل کر سکتے ہیں۔ جبکہ ہم بحث مباحثہ میں ہی غلطان رہتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ وید کا سِدّھانت صِرف ایک برہم کو ہی مانتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ جیو اور برہم دو پدارتھ ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ نہیں جیو، ایشور اور پرکرتی۔ تین سَت ہیں، اور تینوں ہی انادی ہیں۔

ہمارے دانا رِشیوں نے پیشتر ازیں اِن سوالوں کا حل کر رکھا ہے۔ ہمارے ہاں SIX SCHOOLS OF PHILOSOPHY چھ شاستر موجود ہیں۔

ہر ایک رِشی نے ایک ایک سِدّھانت کو لے کر ایک ایک شاستر رچ دیا ہے۔ مہرشی ویاس کا ویدانت شاستر ہے۔ اور اُن کے ہی شِشیہ مہرشی جیمنی کا پُوربہ میمانسا شاستر ہے۔ مہرشی ویاس کے چار مکھیہ شِشیہ تھے۔ پَیل पैल ۔ وَیشمپاین۔ جیمنی۔ سُومنتُو۔

ویشیشک، نیائے، سانکھیہ، یوگ، میمانسا اور ویدانت۔ اِن ہی چھ کو کھٹ درشن کہا گیا ہے۔ گو یہ چھ شاستر اپنے اپنے علیحدہ سِدّھانت کی ویاکھیا کرتے ہیں۔ لیکن اِن سب کا مُدعا ویدوں کے صحیح سِدّھانت کو سمجھانے کا ہی ہے۔ جیسا کہ گوربانی کے ایک شبد سے ظاہر ہے۔

محلہ ۱ — چھ گھر چھ گُور چھ اُپدیش
گُور گُور ایکو ویس انیک
سُورج ایکو رُت انیک
نانک کرتے کے کیتے ویس

بھاؤ ارتھ ——— گورو نانک دیو جی فرماتے ہیں۔ کہ سانکھ، نیائے، ویشیشک، میمانسا، یوگ ویدانت۔ یہ چھ شاستر ہیں، اور اِن چھ شاستروں کے بنانے والے کپل، گوتم، کناد، جیمنی، پاتنجلی، ویاس۔ یہ چھ آچاریہ ہیں۔ اِن چھ مُنیوں کے مختلف چھ ہی اُپدیش ہیں۔ جیسے کپل کے مت میں پرکرتی پُرش کے وویک سے منش کی مُکتی ہوتی ہے۔ پاتنجلی، چِت کے نرودھ رُوپ یوگ سے مُکتی مانتا ہے۔ پدارتھ تتو گیان سے مُکتی۔ گوتم اور کناد مُنی مانتے ہیں۔ وِدھی رُوپی یگیوں سے اکھشے سُورگ کی پراپتی رُوپ مُکتی جیمنی مُنی مانتا ہے۔ جیو ایشور کے ابھید گیان سے مُکتی ویاس جی مانتے ہیں۔

گورو نانک جی فرماتے ہیں کہ اِن سبھی گوروؤں کا پرم گورو وید ایک ہے۔ جس طرح سُورج ایک ہے لیکن رُت (موسم) انیک ہیں۔

وِشیشک اُور نیائے درشن کا مت ایک ہے۔ وِشیشک کناد رشی سے منسوب ہے۔ اس کا نام وِشیشک اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ یہ وِشیشوں یعنی خصوصیات پر زور دیتا ہے۔ رشی کناد کائنات کی تمام اشیاء کو چھ پدارتھوں میں ہی داخل کرتے ہیں ——— (۱) دروّیہ، (۲) گُن (۳) کرم (۴) سامانیہ (۵) وِشیش (۶) سمواے۔

نیائے اُور وِشیشک مت میں تین وجود قائم بالذّات مانے گئے ہیں۔ جو اپنی ہستی میں ایک دُوسرے کے تابع نہیں ہیں۔ یہ ایشور، جیو اُور پرکرتی ہیں۔ اُور یہ تینوں انادی ہیں۔ یعنی ان تینوں کو فنا نہیں۔ جگت میں پرلے اُور سرشٹی ہوتی رہتی ہے، اُور یہ چکر برابر جاری ہے۔ ایشور سروشکتیمان اُور سروگیہ ہے۔ جیو اَلپ شکتی یعنی الپگیہ ہے۔ جیو گیان سرُوپ نہیں ہے۔ جیسے سانکھیہ اُور ویدانت والے مانتے ہیں۔ بلکہ ایک قسم کا جڑ ہے۔ جس میں من کے سمبندھ سے گیان کا گُن پیدا ہوتا ہے اُور ناش ہوتا رہتا ہے۔ اس کے برعکس ایشور میں گیان گُن، نتیہ یا دوامی ہے۔ اس واسطے وہ سروگیہ ہے۔ ایشور کسی چیز کو جڑ مُول سے نیا پیدا نہیں کرتا۔ بلکہ مادّے کی جو پہلے سے ہی موجود ہے۔ نئی نئی ترتیب دے کر اُسی طرح صُورتیں رچتا ہے۔ جس طرح کمہار پہلے ہی سے موجود مٹی کی صُورتیں بناتا ہے۔ یہ ترکیب پائی ہُوئی چیزیں ناشوان ہیں۔ یعنی بننے سے پہلے نہ تھیں، اُور بن کر بگڑتی رہتی ہیں۔ اسی کا نام ناشش ہے۔ لیکن جس مادّے سے یہ بنتی ہیں، اُور جو پرمانو رُوپ ہے اُس کا ناشس نہیں ہوتا۔ پرمانو کے چھوٹے حصّے کو سنسکرت میں ترس ریو کہتے ہیں، اُور پرمانو کو انگریزی میں ایٹم کہتے ہیں۔ چُونکہ صُورت بدل کر یہ ناش نہیں ہو سکتے۔ اس واسطے دوامی (لازوال) یعنی ست ہیں۔

سرشٹی کے آغاز میں جیووں کے کرموں کی وجہ سے ایشور میں یہ اچھّا یا خواہش پیدا ہوتی ہے کہ میں جگت کی رچنا کروں۔ اس اچھّا سے پرمانوؤں میں حرکت پیدا ہوتی ہے اُور یہ آپس میں ملتے ہیں۔ ان کی ترکیب سے مرکبات بنتے ہیں۔ یہاں تک کہ تمام کائنات کی رچنا ہو جاتی ہے، اُور جیو اپنے اپنے کرموں کے مطابق بھوگ بھوگتے ہیں۔ جب یہ بھوگ ختم ہونے کو آتے ہیں، تو ہر ایک چیز زوال پکڑتے پکڑتے آخر پرمانو رُوپ رہ جاتی ہے۔ یہ پرلے کہلاتی ہے۔ پرلے کے بعد پھر سرشٹی ہوتی ہے۔ اُور اس طرح یہ چکر جاری رہتا ہے۔

چُونکہ پرمانوؤں میں کائنات بنانے کی اپنی شکتی نہیں، بلکہ ایشور انہیں خاص ترتیب دے دے کر بناتا یا رچتا ہے۔ اس واسطے اس نظام فلسفہ کو آرنبھ واد کہا جاتا ہے۔ مہرشی کناد نے نو دروّیہ مانے ہیں ——— آکاش، وایو، اگنی، جل، پرتھوی، دِشا، آتما، من اُور کال۔

سوامی رامانج آچاریہ، سوامی مادھو آچاریہ، سوامی ولبھ آچاریہ، سوامی دیانند سرسوتی وغیرہ کئی

مہاپُرشوں نے نیائے اُور ویشیشک کے سدّھانت مطابق جیو، ایشور اُور پرکرتی - تینوں کو ست اُور انادی مانا ہے - لیکن مہرشی وید ویاس جی نے اپنے یوگ درشن شاستر میں اُدویت مت کو ہی مہانتا دی ہے - اِسی کو ہی ویدانت شاستر بھی کہتے ہیں -

तावद्गर्जन्ति शास्त्राणि जम्बुका विपिने यथा ।
न गर्जति महा शक्ति यावद वेदान्त केसरी ॥

شیر کے نمودار ہونے پر جیسے تمام جانور اپنی اپنی بولیاں بول کر چُپ سادھ لیتے ہیں - اسی طرح ویدانت شاستر کے بعد تمام سدّھانت پھیکے پڑ جاتے ہیں -

ویدانت - اودویت ، سدھانت کو مانتا ہے - اور آواز بلند یعنی ڈھنڈورا دیتا ہے !

ब्रह्म सत्यं जगन्मिथ्या
जीवो ब्रह्मैव ना परः ॥

برھم ست ہے اُور جگت متھیا ہے - جیو برھم سے علیحدہ نہیں ہے - یعنی سروتر پری پُورن برھم ہی برھم ہے - نہ جیو ہے، نہ جگت ہے - جیساکہ وید واکیہ ہے :-

۱ - سروم کھلودم برھم   सर्वं खल्विदं ब्रह्म
۲ - اَینگ آتما برھم   अयं आत्मा ब्रह्म
۳ - پرگیانم آنندم برھم   प्रज्ञानम् आनन्दम् ब्रह्म
۴ - آہنگ برھم اسمی   अहं ब्रह्मास्मि ॥

تمام گوروؤں نے بھی ویدانت کے اُدویت سدھانت کو ہی مانا ہے - جیساکہ گورو گرنتھ صاحب کی بانی سے ظاہر ہے -

گُوربانی محلہ ۲

ایک کرشننگ سرب دیوا - دیو دیوا تا آتما
آتما واسُو دیوسیہ - جے کو جانیں بھیو
نانک تا کا داس ہے - سوئی نرنجن دیو

گُوربانی محلہ ۱

آپے کیا کرائے آپے - آپے کرنے جوگ
نانک ایکو رو رہیا - دُوسر ہُوا نہ ہوگ
آپے سُوکھشم آپے استھولا - لکھی نہ جائے نانک لیلا
نرنکار آکار آپ نرگن سرگُن ایک ۔

ایکے ایک بکھانئو نانک ایک انیک
پار برھم پربھ ایک ہے دُوجا ناہیں کوئی

محلہ ۵

جو دیسے سو سکل توں ہیں ۔ پسریا پاسار
کہو نانک گوُرو بھرم کاٹیا ۔ سگل برھم ویچار
سب آتم رام پچھانیا ۔ گورمتی ہنج گھر واس
ایکس بن ہور دُوجا ناہیں ۔ بابا نانک ایہہ مت ساری جی او
من ساچا مُکھ ساچا سوئی ۔ اَور نہ پیکھیے ایکس بن کوئی
نانک ایہہ لچھن برھم گیانی ہوئی
سرگُن نرگُن نرنکار ۔ سُن سمادھی آپ
آپن کیا نانکا ۔ آپے ہی پھر جاپ
آپن کھیل آپ ورتیجا ۔ نانک کرتے ہار نہ دُوجا
من انتر وشواس کر مانیا ۔ کرن ہار نانک اِک جانیا
اِس تے اُوپر نہیں وِچار ۔ جا کے من وسیا نرنکار
آٹھ پہر پربھ پیکھو نیڑا ۔ مِٹے اگیان بِنسے اندھیرا
سُن اُپدیش ہردے بساوو ۔ مَن اِچھے نانک پھل پاوو
انتر بسے باہر بھی اوہی ۔ نانک درسن دیکھ سب موہی

بانی شری نامدیو جی کی (گورو گرنتھ صاحب صفحہ ۴۸۵)

ایک انیک ویاپک پُورک جت دیکھوں تت سوئی
مایا چتر وچتر وموہت برلا بُوجھے کوئی
سب گوبند ہے سب گوبند ہے ۔ گوبند بن نہیں کوئی
کہت نامدیو ہری کی رچنا ۔ دیکھوں ہردہ وچاری
گھٹ گھٹ انتر سرب نرنتر کیول اِک مُراری

سُوہی محلہ ۵

جل تے اُٹھے انک ترنگا ۔ کنک بھُوکھن کینے بہو رنگا
بیجو بیج دیکھیو بہو پرکارا ۔ پھل پاکے تے ایک اونکارا
سہس گھٹاں میں ایک آکاس ۔ گھٹ پھوٹے تے اوہی پرکاس

بھرم لوبھ موہ مایا وِکار - بھرم چھُوٹے تے ایک اونکار
اوہ اپناسی وِنست ناہیں - نہ کو آوے نہ کو جائیں
گُورپُورے ہئومیں مل دھوئی - کہو نانک میری پرم گت ہوئی

محلہ ۳

بڑبھاگی گھر کھوجیا پایا نام ندھان - گُور پُورے ویکھالیا پربھ آتم رام پچھان
سبھنا کا پربھ ایک ہے - دُوجا اَور نہ کوئی - گُور پرسادمن وَسے تِت گھٹ پرگٹ ہوئی
سب انتریامی برھم ہے - برھم وَسے سب تھائیں
گُورمکھ ایکو تو جیا - ایکس ماہیں سمائیں

اَب ہم ویدانت کے گوہڑھ رہسیہ کو نہائیت ہی آسان طریقہ سے پیش کرتے ہیں - تاکہ ہر ایک کی سمجھ میں آسکے ـــــــ اگر ہم ذرا غور کریں، تو ہمیں دُو چیزیں نظر آتی ہیں - ایک چیتن اَور دُوسری جڑ - چیتن درِشٹا دیکھنے والا ہے اَور جڑ درِشیہ ہے - درِشٹا آتما ہے - جو کہ ست چت اَور آنند سرُوپ ہے - اَور درِشیہ - استیہ - جڑ اَور دُکھ رُوپ ہے - آتما سروتر پری پُورن اَور ویاپک ہے - اِس لئے اِس کو برہم کہتے ہیں - یہی چیتن ہے - جو اپنے آپ کو بھی جانتا ہے ، اَور درِشیہ جگت کو بھی جانتا ہے - جو کہ اِسی کی اپنی مایا شکتی سے ظہور پذیر ہے - جیسے پُرش سے شکتی کوئی علیحدہ سرُوپ نہیں رکھتی - جیسے سُورج اَور کرنوں میں بھید نہیں - اِسی طرح برھم سے اُس کی شکتی (مایا) علیحدہ نہیں - جیسے سوپن کے پدارتھ - سوپناوی پُرش سے علیحدہ نہیں ، بلکہ وُہی رُوپ ہیں - صرف نیند کی وجہ سے خواب میں علیحدہ بھاستے ہیں - اَور جاگنے پر کچھ بھی نہیں رہتا - محض اپنا آپ ہی ہوتا ہے - اِسی طرح مایا اَور اگیان کے کارن یہ برھم ہی سنسار رُوپ ہوکر نظر آرہا ہے - جیسے جل اَور لہروں میں کوئی بھید نہیں - جیسے مٹی اَور مٹی کے برتنوں میں کوئی بھید نہیں - جیسے کھانڈ اَور کھانڈ کے کھلونوں میں کوئی بھید نہیں اَیسے ہی برھم اَور جگت (پرکرتی) میں کوئی بھید نہیں - ایک ہی ست چت آنند سرُوپ برھم - اپنی ہی مایا کے کارن درِشیہ جگت ہوکر پرتیت ہو رہا ہے - جیسے سُورج ایک ہے - لیکن پانی سے بھرے کروڑوں برتنوں میں اُس کا عکس نظر آتا ہے - اَیسے ہی کیڑی سے لے کر برھما تک جتنے جیو ہیں - اُن کے انتہ کرن میں سچدانند سرُوپ برھم کا ہی پرکاش ہے - وہ ایک ہے - لیکن اُپادھیوں کی وجہ سے انیک پرتیت ہو رہا ہے - اپنے آتما کا گیان ہونے پر جیو، جگت اَور برھم تینوں میں کوئی بھید نظر نہیں آتا - اِس لئے ہمیں اپنے ست چت آنند سرُوپ آتما کا گیان حاصل کرنا چاہیئے - جو کہ کسی شروتری برھم نشٹھی مہاتما کی شرن میں شردھا پُوروک جانے سے پراپت ہو جاتا ہے - جیساکہ شری سوامی گوبند آنند جی

مہاراج فرماتے ہیں۔

شردھا پُوروک گُور ڈھاک جاوے　　　سیوا کر کے تُوب رِجھاوے
تب ست گُور بھاکھیں اِس طَور　　　تُو ہیں برھم نہیں کچھ اَور
پنچ کوش سے تُوں ہیں نیارا　　　یہ جگت تُو پرکاشن ہارا!
تین اوستھا تینوں دیہہ!　　　تُو ہیں ست جھُوٹھ سب یہ
تُو ہیں وِیاپک سُکھ سرُوپ　　　یہ پرپنچ اَور دُکھ رُوپ
جنم مرن ہوتا ہے تن کو!　　　ہرکھ شوک جانو تُم من کو!
بھُوک پیاس ہے دھرم پران　　　اَیسا بھاکھیں سنت سُجان
تُو نہیں کرتا کرم پیارے　　　تجھ کو اکرتے وید پُکارے!
چِدانند ہے تیرو رُوپا　　　اسنت جگت درِشّ سرُوپ
تُو درشٹا یہ درِشّ پیارے　　　کلپت ہیں تجھ اَندر سارے
درِشّ درشٹا بھی سپنے نیائیں　　　دِسیں دو۔ دو یہ ناہیں!
جتاں برھم سب کلپت پیارے　　　ایسے وید کہت ہیں چارے
جیسے وید زبان پُکارے　　　کیول ستّا ماتر اُچارے
وہ ہے میت تہارو رُوپ　　　گوبند اُتم کیھو انُوپ

دوہرا

آد انت پرماتما سوئی مدھ پچھان!
وہی مِتر تُم آپ ہو۔ گوبند اَور نہ جان
اوم شانتی ـــ شانتی ـــ شانتی

برہم اور جگت

پروفیسر نرمل چندر جی

جگت کا تجربہ تو ہر ایک ذی حس جاندار کو کچھ نہ کچھ حاصل ہے۔ مگر برہم کا خیال اس زمین پر صرف انسان کے اندر اُٹھتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حواس خمسہ (پنچ گیان اندریہ) کے علاوہ انسان ایسے اندرونی حواس بھی رکھتا ہے۔ جو چیزوں اور واقعات کو ہی نہیں، بلکہ ان کے اسباب اور مقاصد کو بھی جان سکتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں اگر یہ کہا جائے تو درست ہوگا۔ کہ انسان چیزوں اور واقعات میں سے اور اُن سے پرے دیکھنے کے قابل ہے۔ اس کی باطنی نظر کے سامنے تمام چیزیں اور واقعات گویا ایک طرح کے جھروکے ہیں جن کی راہ سے وہ حقیقت کو دیکھ سکتا ہے۔ الفاظ ہیں جنہیں وہ معنی دیتا ہے۔

انسان کی انسانیت اسی اندرونی نظر (بصیرت) کی بیداری اور نشوونما ہے۔ جب تک یہ گیان نیتر نہ کھلے وہ دیکھتا ہے مگر کچھ نہیں دیکھتا، سُنتا ہُوا بھی بہرہ ہے، جانتا ہُوا بھی انجان اور اگیانی ہے۔ زندگی کے معنی یہی اندرونی نظر دیکھتی ہے۔ اور اس لئے جب تک یہ چشم باطن نہ ہو۔ انسانی زندگی بے معنی اور نِشپھل رہتی ہے۔ اور ہونے اور جینے کا سہج آنند حاصل نہیں کر سکتی۔

جو لوگ صرف حسی اور عقلی طور پر جاگے ہیں۔ انہیں یہ جگت ہی ایک بذات خود موجود حقیقت (ستیہ) معلوم ہوتا ہے۔ وہ حواس کی راہ سے چیزوں اور واقعات کا تجربہ حاصل کرتے ہُوئے ان کے اسباب اور مقاصد دریافت کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ اسباب کی دریافت کا نام سائینس ہے۔ اور مقاصد کے علم کا نام اخلاق و مذہب ہے۔ مگر روحانی بیداری سوال اُٹھاتی ہے۔ کہ یہ ہے کیا؟ اور اس سوال کا مکمل جواب پاکر اپنا کمال حاصل کرتی ہے۔

ہر زمانہ میں عام لوگ قدرتاً جگت کو ہی ستیہ مانتے چلے آئے ہیں۔ مگر خال خال ایسے افراد کا بھی ظہور ہوتا ہے۔ جو جگت کو خواب وخیال اور وہم بتلاتے ہُوئے اپنی جان تک اِس سچائی کی شہادت دینے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ عوام کی نظروں میں ایسے لوگ دیوانے اور غیر قدرتی (Abnormal) معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کی منطق روحانی ہوتی ہے۔ عقلی نہیں۔ اسی لئے عقل عامہ ان کے اعلان کی سچائی کو دیکھ نہیں سکتی۔ مگر وہ اپنے واقعی تجربے کی بنا پر مُنادی کرتے ہیں۔

"برہم ستیم جگت متھیا"

برہم ستیہ ہے۔ درحقیقت موجود ہے۔ تینوں زمانوں میں برہم تھا۔ ہے اور رہے گا۔ اس کے سوا اور کچھ

کبھی تھا، نہ ہے اور نہ کبھی ہوگا۔ جگت متھیا ہے۔ رسّی میں سانپ کے وہم کی مانند صرف معلوم ہوتا ہے۔ درحقیقت موجود نہیں ہے۔ تینوں زمانوں میں اُس کی کوئی ہستی ہی نہیں۔ یہ صرف نمودِ بے بُود ہے۔

سائینس کی بُنیاد اس تجربہ اور مشاہدہ پر قائم ہے۔ جو اسِ خمسہ کی راہ سے حاصل ہوتا ہے۔ محسُوسات کے مسالے سے ہی عقل اپنی علمی عمارات تیار کیا کرتی ہے۔ اس لئے سائینس کے نقطۂ نگاہ سے جگت ستیہ ہے۔ یعنی درحقیقت موجود ہے خیال و وہم نہیں ہے۔ اکثر سائنٹسٹ لوگ برہم کو ایک وہم وخیال جانتے ہیں۔ کیونکہ انہیں اپنی حسّی اور عقلی نظر سے برہم کی شہادت کہیں ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ عقل زیادہ سے زیادہ چیزوں اور واقعات کے اسباب یا مقاصد دریافت کر سکتی ہے۔ کتاب کے حرُوف والفاظ دیکھنے اور اُن کے معنی بھی ایک حد تک سمجھنے کے قابل تو ہے۔ مگر مصنّف کو دیکھنے کی نظر نہیں رکھتی۔ کہاں سے ؟ اور کدھر ؟ کے سوالات اُٹھا کر انہیں حل کرنا چاہتی ہے۔ مگر یہ ہے کیا ؟ کا سوال اس کی نظر میں بے معنی ہے اور پیدا ہی نہیں ہوتا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ایک طرف اہلِ سائینس ہیں، جو اپنے واقعی تجربہ اور مشاہدہ کی بنا پر اعلان کرتے ہیں۔ کہ "جگت ستیہ ہے اور برہم متھیا" اور دُوسری طرف وہ اہلِ بصیرت ہیں، جو گھوشنا کرتے ہیں۔ کہ "برہم ستیہ ہے اور جگت متھیا"۔ اِن میں سے کون راستی پر ہے اور کون غلطی پر ؟

ہماری نظر میں دونوں ہی سچے ہیں۔ اگرچہ اِن کے بیانات باہم متضاد ہیں۔ دونوں بیانات واقعی تجربے پر مُبنی ہیں۔ ہاں ایک طرف حسّی تجربہ ہے۔ اور دُوسری طرف رُوحانی۔ صرف سطحی عقل تضاد کو برداشت نہیں کر سکتی۔ گہری عقل تضادات کے درمیان زندہ سچائی دیکھا کرتی ہے۔ وہ کبھی یک طرفہ نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر جو لوگ اُوپر، نیچے کا راز کشش ثقل میں نہیں دیکھ سکتے۔ وہ اس بات کو سمجھنے میں قاصر رہتے ہیں کہ گول زمین پر باہم مخالف پہلوؤں پر بسنے والے ہندوستانی اور امریکن لوگ ایک دُوسرے کے اُوپر نیچے نہیں رہتے بلکہ زمین کے اُوپر ہی بستے ہیں۔ اِسی طرح جب تک اِنسان بیداری کامل حاصل نہیں کرتا۔ تب تک متضاد پہلوؤں میں سے کسی ایک پہلو کی طرف خاص طور پر جُھکا رہتا ہے اور اس لئے وہ ایک پہلو کا اِنکار کرنے کے سِوا کوئی چارہ نہیں رکھتا۔

مشرق اور مغرب ایک ہی اِنسانیت کے دو مختلف اعضاء ہیں۔ اہلِ مشرق نے رُوحانی پہلو پر بہت ترقّی کی ہے اور اہلِ مغرب نے حسی اور عقلی سطح پر حیرت آمیز دریافتیں کی ہیں۔ اہلِ مشرق عام طور پر برہم کو ستیہ اور جگت کو متھیا بتلاتے ہیں، اور اہلِ مغرب عموماً جگت کو ستیہ اور برہم کو وہم و گمان خیال کرتے ہیں۔ مگر اہلِ کمال اُن دونوں بیانات میں ناقابلِ اِنکار سچائی دیکھتے ہیں۔ ان کی نظر میں برہم اور جگت ایک اور انیک، شاہد اور مشہود، سپرٹ اور مادّہ، ابدیّت اور زمانہ، حقیقت اور ظہور۔ دونوں ہی ستیہ ہیں۔ کیونکہ یہ دراصل دو نہیں ہیں۔ بلکہ ایک ہی پرم ستیہ (پر برہم) کے نرگن اور سگن پہلو ہیں۔ اِقرار اور اِنکار کی

گنجائش صرف وہیں تک ہے۔ جہاں تک کہ دُوئی (دوییت) کی بُو موجُود ہے۔ جب نظرِ وحدت کاملہ کھُلتی ہے۔ تب اندر باہر، آگے پیچھے، دائیں بائیں، نیچے اُوپر۔ ستیہ ہی ستیہ نظر آتا ہے۔ برہم جگت رُوپ میں ساکشات درشن دیتا ہے۔ اور جگت برہم درشن کا انمول درپن بن جاتا ہے۔ برہم صرف برہم نہیں رہتا اور نہ ہی جگت صرف جگت رہتا ہے۔ ایک ہی انیک ہے اور انیک ہی ایک ہے۔ اندر ہی باہر ہے اور باہر ہی اندر صرف حِسّی یا عقلی نظر اِس سچائی کو دیکھ نہیں سکتی۔

جس طرح آنکھ صرف رُوپ کو دیکھتی ہے، اور کان صرف شبد کو ہی سُنتے ہیں۔ آنکھ شبد نہیں سُنتی، اور کان رُوپ نہیں دیکھ سکتے۔ اسی طرح حِسّی یا عقلی نظر صرف کثرت، اختلاف اور تبدیلی کو جان سکتی ہے۔ وحدت کو راہِ راست دیکھنے کے ناقابل ہے، اور رُوحانی نظر صرف وحدت (ایکتا) کو دیکھتی ہے، کثرت و تبدیلی کی کہیں بُو نہیں پاتی۔ مگر زندگی میں حواس، عقل، تخیل اور رُوح سب کے لئے جگہ ہے، اور اِس لئے زندگی کی سچائی صرف وُہی سچائی ہے، جو اِن متضاد شہادتوں میں موافقت دیکھ سکتی ہے۔ جو یکطرفی نہیں رکھتی۔ جو صرف حرکت یا صرف سکُون کی طرف نہیں جُھک رہتی۔ بلکہ اِن دونوں کی ہم آہنگی میں زندگی کا آنند بھرا گیت سُنتی ہے۔

ادھوری سچائی اور یک طرفہ پن میں زندگی کی سُہانتا اور خُوشی نہیں ہے۔ صرف جگت کو ہی ستیہ ماننے والی مغربی دُنیا آج خودکشی میں مصرُوف اور شانتی سے محرُوم ہے، اور صرف برہم کو ہی ستیہ ماننے والی مشرقی اقوام غلام اور شکتی ہین ہو رہی ہیں۔ صرف جگت کو ہی ستیہ ماننے سے زندگی کا سوال نہ کبھی حل ہُوا ہے اور نہ ہوگا۔ اور حِسّی اور عقلی تجربے سے منکر ہو کر صرف برہم کو ہی ستیہ مان لینے سے خود زندگی ہی ایک دھوکہ معلُوم ہونے لگتی ہے۔

موجُودہ زمانہ میں مشرق اور مغرب کے درمیان خیالات کا لین دین ہونے کے باعث آج ہندوستان میں یہ دونوں میلانات ہی دیکھنے میں آتے ہیں۔ ایک طرف تو وہ جماعت ہے، جو صرف جگت کو ستیہ مان کر برہم کے وہم سے دُور رہنا چاہتی ہے، اور اِس دُنیا کی اصلاح اور ترقی کو اپنا مقصدِ زندگی بنائے ہُوئے ہیں، اور دُوسری طرف وہ چیدہ لوگ ہیں، جو صرف برہم جگیاسا کو ہی پرشارتھ مانتے ہیں اور حتے الامکان جگت کو بُھلانے اور خوابِ زندگی کو ختم کرنے کی تدابیر میں لگ رہے ہیں۔ اِن میں سے ہر ایک اپنے آپ کو راستی پر اور دُوسرے کو غلطی کا شکار سمجھ رہا ہے۔

مگر زندگی کی روشنی اور خُوشی اِن متضاد پہلُوؤں کے درمیان ان کے نقطۂ وصل میں ہے۔ اصل حقیقت نہ تو ایک ہے اور نہ انیک۔ نہ صرف جڑ ہے اور نہ صرف چیتن۔ نہ صرف درشٹا ہے اور نہ صرف درشیہ۔ نہ صرف بے صفت (نرگن) ہے اور نہ صرف مجمُوعۂ صفات، بلکہ وُہی ایک ہے اور وُہی انیک۔ وُہی چیتن ہے اور وُہی جڑ۔ کیونکہ وہ پرم چیتن ہے، وُہی حرکت ہے اور وُہی سکون۔ اندر اور باہر۔ اِس کے سوا اور کچھ موجُود نہیں۔

اِس بُنیادی حقیقت (پربرہم) کی روشنی میں ہی چیتن جڑ کو جاننے کے قابل ہے۔ جڑ چیتن سے جانا جاتا ہے۔ اور سکُون و حرکت ایک دُوسرے کی نسبت سے معنی حاصل کرتے ہیں۔

اُپنشد کار رشیوں نے اس پرم ستیہ کا درشن کیا تھا۔ اُن کی نظر میں برہم اور جگت کے درمیان قرار و انکار کی گنجائش ہی نہ تھی۔ اُنہوں نے صاف طور پر اُس ایک کو براہ راست دیکھ لیا تھا۔ جس کے سوا اور کچھ نہ تو موجود ہے اور نہ کبھی ہو سکتا ہے۔

"ایکم ایوا دوتیم برہم" एक मेवा द्वतीयम ब्रह्म

"یقیناً ایک لاثانی برہم ہی موجود ہے۔" مگر اس کے ساتھ ہی انہوں نے جگت کی ستّا سے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ صاف طور پر کہہ دیا ہے۔ کہ "سروم کھلو اوم برہم" सर्वं खल्विदं ब्रह्म (یقیناً یہ سب کچھ ہی برہم ہے) وہ پُورن ہے۔ یہ پُورن ہے۔ پُورن سے پُورن کا ظہور ہوتا ہے"۔

مگر بعد میں ہندوستان اُس رُوحانی بلندی پر نہ ٹھہر سکا۔ جہاں جملہ تضادات کا میل ہے، جہاں اقرار و انکار کا جھگڑا نہیں۔ جہاں زندگی اپنی ہمہ پہلو شگفتگی کو حاصل کر سکتی ہے۔ جہاں بیوہار اور پرمارتھ ایک ہو جاتے ہیں۔ جہاں پرورتی اور نورتی مل کر آننّد گان کرتے ہیں۔ جہاں دِھشیپ اور سمادھی کا دوندمِٹ جاتا ہے۔ جہاں برہم عین جگت اور جگت عین برہم دکھلائی دیتا ہے۔ اور جہاں نام رُوپ بے معنی نظر آنے کی بجائے پُرمعنی دکھلائی دیا کرتے ہیں۔ جہاں کثرت عین جمال ذات نظر آیا کرتی ہے۔

اُپنشدوں کے وارث۔ آرش بھُومی پر بسنے والے آج ہندوستانی بھی موجود ہیں۔ جو برہم کے اقرار اور جگت سے انکار میں ہی کمال معرفت سمجھے ہُوئے ہیں، اور وہ اُپنشدوں سے سیکھنے کی بجائے اُن پر اپنے خیالات کا رنگ چڑھا رہے ہیں۔ رشی صاف طور پر اعلان کر گئے ہیں۔ کہ برف اور سردی۔ آگ اور گرمی کی مانند برہم اور جگت ابھِن ہیں۔ برہم ہی جگت رُوپ ہو رہا ہے۔ بیج ہی درخت کی شکل میں نمودار ہو رہا ہے۔

ایک بیج کیوں انیک رُوپ ہو جاتا ہے؟ ایک گویا کیوں انیک گیت گاتا ہے؟ ایک شاعر کیوں نظموں پر نظمیں پیدا کرتا ہے؟ اس کا سیدھا سادہ جواب یہی ہے کہ بیج، گویا اور شاعر اپنے اندر زندگی رکھتے ہیں۔ مُردہ اور بے خبر نہیں ہیں۔ اس لئے وہ اپنا ظہور کئے بغیر رہ نہیں سکتے۔

اگر برہم سے جگت نمودار نہ ہو، تو زندگی کہاں؟ برہم کے متعلق یہ تصوّر ایک ذہنی تجرید کے سوا کچھ نہیں، اور لازمی طور پر زندگی سے ایک طرف سستی کی طرف لے جاتا ہے۔ اسی طرح اگر جگت صرف جگت ہی معلوم ہوتا ہے۔ حرکت اور تبدیلی کے سوا کچھ دکھلائی نہیں دیتا۔ تب زندگی محض شور ہے، رکر کلہے۔ ایسے حروف و الفاظ کی مانند ہے۔ جو کوئی معنی نہیں رکھتے۔

جگت برہم کی سچائی ہے، کیونکہ اس کا سوبھاوک رُوپ ہے اور برہم جگت کی سچائی ہے۔ کیونکہ اس کی اپنی حقیقت ہے۔ برہم اور جگت دونوں ہی حقیقت برترین (پر برہم) کے ضروری اور ناقابل انکار پہلو ہیں۔ اور اس لئے ایک دوسرے کے تعلق میں ہی معنی حاصل کرتے ہیں، اور ایک دوسرے سے جُدا ہو کر ایک بے حقیقت تجرید رہ جاتے ہیں۔

زِندگی دینے والی زِندہ اور پُوری سچائی یہ ہے کہ حقیقتِ برترین ہی وحدت وکثرت، سکُون اور حرکت برہم اور جگت معلوم ہوتی ہے۔ وُہی حقیقت حواس وعقل کے لئے جگت ہے۔ اور وُہی حقیقت رُوحانی نظر کے لئے برہم ہے۔ وُہی پُورن اندر ایک اور باہر انیک دِکھلائی دے رہا ہے۔ وُہی برہم ہے، اور وہی جگت ہ

مہاواکیہ (اقوالِ عظیمہ)

(از قلم سنت ہری سنگھ جی)

مجھ کو دیکھو مَیں کیا ہُوں۔ تن تنہا آیا ہُوں
مطلعِ نُورِ خُدا ہُوں، تن تنہا آیا ہُوں

مجھ کو عاشق کہو، معشوق کہو، عشق کہو
جا بجا جلوہ نما ہُوں، تن تنہا آیا ہُوں

مَیں ہی مسجُودِ ملائیک ہُوں بہ شکلِ آدم
مظہرِ خاص خُدا ہُوں، تن تنہا آیا ہُوں

لامکاں اپنا مکاں ہے سو تماشہ کے لئے
مَیں تو پردہ میں چھپا ہُوں، تن تنہا آیا ہُوں

ہُوں بھی، ہاں بھی انا الحق ہے یہ منزل اپنی
شمسِ عرفاں کی ضیا ہُوں، تن تنہا آیا ہُوں

کس کو ڈھونڈوں، کسے پاؤں مَیں بتاؤں صاحب
آپ ہی آپ میں چھُپا ہُوں۔ تن تنہا آیا ہُوں

قولِ اعظم کو سنسکرت زبان میں مہاواکیہ بولتے ہیں، اور مہاواکیہ وہ ہے۔ جس سے جیوآتما اور پرماتما کی وحدانیت کا علم ہوتا ہے۔ گو ویدوں اور اُپنشدوں کے اندر ایسے واکیہ بے شمار ہیں۔ جو ان ہر دو جیو چیتن اور برہم چیتن کے ابھید کو بتلاتے ہیں۔ تاہم یہ جُملہ چار ہی کہے گئے ہیں۔ وید چونکہ چار حصّوں میں منقسم ہے۔ لہذا یہ مہاواکیہ بھی ہر ایک وید کے اندر فقط ایک ہی بتلایا گیا ہے۔ چنانچہ رِگ وید کی ایترے اُپنشد میں प्रज्ञानं ब्रह्म یہ مہاواکیہ ہے۔

اسی طرح یجروید کی برہدارنیک اُپنشد میں अहम् ब्रह्मास्मि یہ مہاواکیہ ہے۔ پھر سام وید کی چھاندوگیہ اُپنشد میں तत्त्वमसि ہے۔ اور اتھروید کی منڈوکیہ اُپنشد میں अयम् आत्मा ब्रह्म ہے۔

مگر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب چاروں ہی مہاواکیہ ایک اکھنڈ ارتھ کے بودھک ہیں۔ تو پھر چاروں کے ماننے کی چنداں ضرورت ہی کیا ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو ہی کیوں نہ مان لیا جاوے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ چار وید ہیں اور ہر ایک کے اندر ایک ایک مہاواکیہ ملتا ہے۔ تو بس اس سے یہی ثابت ہے کہ جملہ ویدوں کی تعلیم فقط جیوآتما اور پرماتما کی ایکتا میں ہی ختم ہے، اور بس اس کے سوائے وید کسی الگ تعلیم کا حکم نہیں

کرتے۔ اگر فی الواقع ایسا ہوتا کہ یہ مہاواکیہ چاروں ویدوں میں کسی ایک یا دو وید کے اندر نہیں پائے جاتے۔ تو ممکن تھا کہ غلط فہمی کے سبب کسی کو ایسا تصور ہوتا کہ وید جیو آتما اور پرماتما کی وحدانیت کی تعلیم نہیں دیتے۔ بلکہ ان ہر دو کی الگ الگ حقیقت کو بیان کرتے ہیں۔ لیکن اِن چاروں ویدوں کے اندر چونکہ کسی نہ کسی مہاواکیہ کا تذکرہ ہُوا ہے۔ اِس لئے یہ امر بدیہی طور پر صاف اور روشن ہے کہ جُملہ ویدوں کی تعلیم بس جیو برہم کی ایکتا میں ہی اختتام پاتی ہے۔

مگر پھر بھی معترض اگر اعتراض کرے کہ نہیں چاروں کا ماننا بیسُود اور بے معنی ہے۔ تو اِس کی تشفی اور تسلی کے لئے ہم ذیل میں انہیں ایک سلسلے کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ جس سے کہ اِن چاروں کے ہی ماننے کی خاص ضرورت محسُوس ہو گی، اور چاروں کے اندر کسی ایک کا بھی ہونا بیسُود یا بے معنی نہیں سمجھا جائے گا۔ اِس میں شک نہیں کہ گورو اور شاستر پر مکمل اعتقاد اور بھروسہ رکھنے والے اِنسان کو بھی کسی قسم کا ایسا اعتراض وید پر نہیں آسکتا۔ تاہم کم شردھا رکھنے والے مگر زیادہ دانا اور عاقل اِنسان کے قلب میں اِس قسم کے اکثر آہی جایا کرتے ہیں۔ اور اُن کی تسلی کرنی بھی کچھ حد تک لازمی ہوتی ہے۔ چنانچہ اِس تصفیہ کے لئے ہم ذیل میں اِن چاروں مہاواکیوں کو ایک ترتیب اور سلسلے کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ تاکہ ایسا شک کم از کم ہمارے اُردو داں کے نہ رہے۔

سلسلے کے لئے آپ ان چاروں کو:-

۱- अयम् आत्मा ब्रह्म	۳- तत्त्वमसि
۲- प्रज्ञानम् ब्रह्म	۴- अहम् ब्रह्मास्मि

اِس طرح رکھ سکتے ہیں۔ بلکہ یُوں سمجھنا اور بھی مُفید رہے گا کہ پہلے تینوں مہاواکیہ مُمکشوشش کی طرح سمجھ لئے جاویں اور چوتھا مہاواکیہ ست گورو مُرشد کی جانب سے رہے۔ اب وچار کے لئے اُن کا کرم بھی مطلب کے ساتھ سُنیئے۔

۱۔ پہلا مہاواکیہ अयम् आत्मा ब्रह्म اِس کا مطلب ہے کہ "یہ آتما برہم ہے"۔ مگر شُرتی بھگوتی آتما کو برہم جو بتلاتی ہے۔ سچ مچ وہ آتما کون ہے۔ جسے پہلے حل کرنا ضرُوری ہے۔ کیا جسم آتما ہے، کیا حواس مُدرکہ یعنی گیان اندریاں آتما ہیں۔ کیا پران ہی آتما ہے یا کیا من یا بُدھی ہی آتما ہیں۔ چونکہ "آتما" کا لفظ ان تمام کے لئے جگہ جگہ استعمال ہوتا ہے۔ اِس لئے اِس قسم کا اعتراض پیدا ہونا کہ حقیقت میں آتما کیا شے ہے۔ ممکن ہو سکتا ہے۔ اِس لئے جب تک آتما لفظ کے معنی صاف اور صحیح نہ کئے جاویں "یہ آتما برہم ہے"۔ اِس مہاواکیہ کا مطلب ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اور اصطلاحات کے اندر بھی یہ لازمی طور پر بتلایا گیا ہے کہ کسی بھی ایک واکیہ کا مطلب جاننے کے لئے پہلے اُس واکیہ میں پڑے ہُوئے ہر ایک لفظ کا مطلب جاننا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ یُوں بھی جب تک آتما لفظ کے صحیح معنی صاف نہ ہو جائیں۔ سارے واکیہ کا مطلب حل نہیں ہو سکتا۔

اب غور کی نظر دیکھا جاوے تو جسم آتما نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جسم فانی ہے، اور آتما ہمیشہ زندہ اور چیتن

ہے۔ اندریاں بھی آتما نہیں۔ کیونکہ ایک ایک اندری سے فقط ایک ایک ہی وستُو کا گیان ہوتا ہے۔ مثلاً آنکھ دیکھتی ہے سُنتی نہیں۔ کان سُنتا ہے، دیکھتا نہیں وغیرہ ذالک۔ مگر آتما ایسا نہیں، وہ بھی عین زندگی ہے اور ہمیشہ سرو گیہ ہے۔ یُوں ایک ایک اندریہ آتما نہیں ہو سکتے۔ لیکن اگر یہ کہا جائے کہ سب اندریاں مل کر آتما ہوتی ہیں۔ تو یہ بھی نہیں کیونکہ اندریوں کے اندر کسی ایک کے ضائع ہو جانے سے آتما میں بھی کمی واقع ہوگی اور ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آتما ازلی اور ابدی ہے۔ اُسے کسی حالت میں بھی نناہ لازم نہیں۔ اسی طرح پران بھی آتما نہیں۔ کیونکہ جڑ ہیں۔ اور یہ امر تصدیق شُدہ ہے کہ بوقت نیند آدمی کے پران گو چلتے رہتے ہیں، مگر وہ بے خبر اور مُردہ سا ہوتا ہے۔ من بُدھی جُملہ انتہہ کرن بھی آتما نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ گہری نیند کی حالت میں یہ بھی نہیں چلتے۔ یُوں جسم سے لے کر من اور بُدھی تک جُملہ چیزیں آتما ہونے کے مستحق نہیں۔ تب آتما کون ہے۔ جیسے اس مہاواکیہ کے اندر برہم رُوپ بتلایا گیا ہے۔ اِس لئے اس شک کو رفع کرنے کے لئے ایک دُوسرا مہاواکیہ ملنے کی ضرورت محسُوس ہوتی ہے چنانچہ وہ ہے　　प्रज्ञानं ब्रह्म

(۲)　प्रज्ञानं ब्रह्म　کا مطلب ہے کہ پرگیان ہی برہم ہے۔ اب جب شُرتی بھگوتی نے پرگیان کو ہی برہم بتلایا، تو جُملہ جسم و جسمانیت کی خود بخود نفی ثابت ہوئی۔ مگر وہ "پرگیان" بھی کیا چیز ہے۔ جیسے یہاں منتر کے اندر برہم بتلایا جا رہا ہے، تو اس کے حل کے لئے ہم "پرگیان" لفظ کو بھی کھولتے ہیں۔ اس "پرگیان" میں بھی دُو پد ہیں۔ ایک "प्र" اور دُوسرا　ज्ञान　اور اس کے معنی ہیں وشیش گیان کے۔ مگر یہ "پرگیان" بھی کیونکر آدمی کے گیان سے جسے آدمی کی عقل یا بُدھی کہتے ہیں الگ چیز ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ آدمی کی عقل فقط گیان رکھتی ہے۔ بذات خود گیان نہیں۔ وجہ اُس کی یہ ہے کہ گیان سرُوپ آتما کے عکس سے گیان والی ہوتی ہے۔ جیسے سُورج کی روشنی سے بلّور جو اپنی ذات سے فقط ایک شیشے کا ٹکڑا ہے۔ سُورج کی طرح ہی چمکتا ہے۔ اسی طرح آتما کے نُور سے منوّر ہو کر یہ بُدھی بھی نُورانی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سنسکرت زبان میں "گیان" آدمی کی بُدھی سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اور "پرگیان" آتما کے نام سے۔ بس آدمی کے اندر جو شخص گیان یا گیپتی چیتن رہتا ہے۔ وہی آتما ہے اور اُسے اُن کی زبان میں ساکھشی یا درشٹا بھی کہتے ہیں۔ وہ ہی برہم سرُوپ ہے۔ اور ایسا ہی شُرتی بھگوتی اس دُوسرے مہاواکیہ میں ارشاد فرماتی ہے۔ کہ یہ پرگیان ہی برہم ہے۔ اس کے بعد

(۳)　तत्त्वमसि　یہ تیسرا مہاواکیہ ہے۔ اس کی ضرورت کے لئے بھی پہلی بھُومکا سنیئے:-

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جہاں تک آتما اور پرماتما کی وحدانیت مطلُوب تھی، وہ تو اُوپر بتلائے ہُوئے دونوں مہاواکیوں سے ہی سِدھ ہو چکی۔ اب اگلے اس مہاواکیہ کی ضرورت کیا ہے۔ تو اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ نہیں۔ ابھی بھی جاننا بہت باقی ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ گو اُوپر بتلائے ہُوئے دونوں مہاواکیوں سے آتما ہی برہم ہے۔ مگر یہ ابھی بھی صاف طور پر واضح نہیں ہُوا کہ حقیقتاً وہ برہم آتما بھی کیا وستو ہے۔ چنانچہ جب تک

اسے بھی صاف نہ کیا جائے۔ یہ مرتبہ سریانی جلوہ کا ہوگا۔ عُریانی نہیں۔ بلوہ عریانی جسے اپروکھش گیان کہتے ہیں۔ وہ ابھی تک بھی کوسوں دُور ہے، اور فقط اِس قدر جاننے سے بھی مُکتی لاحاصل ہے۔ بس اِس اپروکھش کو ہی کرنے کے لیئے "تتوُمسی" تیسرا واکیہ اُترتا ہے۔ اِس کے لفظی معنی ہیں کہ "وہ توُ ہے" یعنی وہ برہم آتما توُ ہی ہے۔ ماسوائے تیرے اور برہم آتما کوئی نہیں۔ ایسا کامل مُرشد اسے اُپدیش کرتے ہیں۔ چنانچہ جب تک ایسا اُپدیش بھی گوُروؤں سے سُنا نہیں جاتا، راز نہیں کھُلتا۔ اور چونکہ प्राचार्यवान पुरुषो वेद یعنی آچاریہ (گوُرو) سے ہی جانتا ہے۔ ایسا چھاندوگیہ سُرتی کہتی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی اِس قسم کا سوال کرے، کہ آچاریہ یعنی مُرشد کی ضرورت ہی کیا ہے، تو اُس کا ایسا کہنا بے جا ہے۔ کیونکہ شُرتی بھگوتی زبانِ حال سے اِس کا تمام کریڈٹ پیر کامل کو ہی دے رہی ہے، اور یہ امر بہت حد تک صحیح اور سچ ہے کہ خود بخود آدمی کئی بار راہِ راست پر نہ چل کر گمراہ ہو جاتا ہے۔ یُوں جلوہ عُریانی کے لیئے اِس مہاواکیہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ اب آگے سُنیئے کہ چوتھے اور ضروری مہاواکیہ کو بھی کس لیئے وید نے بتلایا۔

(۴) چوتھا مہاواکیہ प्रहम् ब्रह्मास्मि ہے اور اس کا مطلب ہے کہ "برہم مَیں ہُوں"۔ گو سرسری نگاہ میں ایسا ہی معلوم ہوتا ہے، کہ "تتوُمسی" سے پانے کے بعد مُکھشو کو چنداں اور کسی مہاواکیہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مگر نہیں مسلمہ طور پر اِس مہاواکیہ کی بھی ضرورت ہوتی ہے، اور وہ اِس لیئے کہ جب حق کا طالب اِس تتوُمسی کو اپنی زبان میں یعنی "مَیں برہم ہُوں" نہیں اُتارتا۔ اور اُس کا شُغل نہیں کرتا۔ حق کا جلوہ اُسے عُریانی کبھی نہیں ہونا۔ اور اُسے خود کے برہم ہونے کی تصدیق بھی نہیں ہوتی۔ چُونکہ دیدارِ حق ماسوائے اِس کے کسی کو نہیں ہوتا۔ اِس لیئے لازمی طور پر آدمی اِس آخری مہاواکیہ کو اپنے شُغل کا سہارا بناتا ہُو اپنے ہی آتما کو برہم رُوپ سے جان لیتا ہے۔ یُوں عدل سے نکل کر فضل میں داخل ہوتا ہے۔ اور تمام ازلی کمال بہ سبب اِس آتما کی معرفت کے پاتا ہے۔ اور چُونکہ اِس کے بعد اور مزید کچھ جاننا باقی نہیں رہتا۔ اِس لیئے کسی پانچویں مہاواکیہ کو پھر وید نے نہیں بتلایا۔ یُوں معترض کا وہ سوال کہ چار مہاواکوں کی ضرورت ہی کیا ہے۔ فقط صرف ایک کو ہی کیوں نہ مان لیا جائے۔ تشریح کے ساتھ ناظرین کے لیئے بیان کیا گیا ہے۔

اِس طرح اِن ہر چہار کا ایک سلسلے کے ساتھ آپس میں تعلق ہے۔ مگر چُونکہ آدمی کی مُکتی کا سادھن اِس آخری مہاواکیہ کا شُغل ہے۔ اِس لیئے اِن چاروں کے اندر بھی اسے ہی ترجیح دی گئی ہے۔ اِس میں شک نہیں کہ عام لوگوں کو اِس قولِ عظیم پر شردھا اور اعتقاد نہیں ہے اور ہو بھی کیونکر سکتا ہے کیونکہ اُس کی بزرگی اور عظمت تب ہی آدمی پر ظاہر ہوتی ہے۔ جب قلب کی اعلےٰ حالت میں اِس کا راز کھُلتا ہے، اور تب ہی اُس پر حقیقت روشن ہوتی ہے۔ تب تمام شکوک جڑ سے اُکھڑ جاتے ہیں۔ اور آدمی کے لیئے ایک ناقابلِ بیان سرور، آنند اور شانتی کا چشمہ کھُل جاتا ہے۔ یُوں یہ مہاواکیہ جیتے جی آدمی کے جیون مُکتی اور بعد ممات ودیہہ موکھش کا دینے والا ہوتا ہے۔ اور اِسے اگر انسانی علم کا سب کا اعلےٰ ترین

پد کہہ دیا جائے۔ تو اس میں ذرا بھی مبالغہ نہ ہوگا۔ لیکن بعض آدمیوں کا خیال ہے کہ جب تک اعلےٰ حالت پرچیت خود بخود نہ اُتر آوے۔ اس کا شغل ایک گناہ ہے۔ مگر نہیں یہ اُن کا خیال کسی شاستر کے سدھانت پر مبنی نہیں۔ شاستر کار تو بلکہ اس طرح کہتے ہیں۔ کہ انوبھو کے نہ ہونے پر بھی ایسا ابھیاس کرنا چاہیئے کیونکہ حق یہ ہے کہ اس قسم کے شغل سے ہی جلوہ عُریانی یعنی اپروکھش گیان ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس کا اعلےٰ ثمرہ دیکھنے کے لئے آدمی کو چاہیئے کہ وہ پہلے اس پر شردھا اور اعتقاد جماوے اور گوروؤں سے ہی بتلائے ہوئے طریق پر اس کا تنہائی میں شغل کرے۔ اور ایسا ابھیاس تب تک کرتا رہے، جب تک کہ خود بخود وُہی سروپ نہ ہو جاوے۔ بلکہ جان لینے کے بعد بھی تا موت اسے دھارن کرے۔

اوم شانتی شانتی شانتی —— اوم شری سچدانند آتمنے نمہ

محبوبِ حقیقی سے

شری موہن مورتی جی

میری ناچار تمناؤں کا چارہ تو ہے
چشم مشتاق میں کیفِ نظارہ تو ہے

میری اُمید کی دنیا ہے درخشاں تجھ سے
میری اُمید کے افلاک کا تارہ تو ہے

حسرت و یاس کی تاریک تریں خلوت میں
جس کو سو بار مرے غم نے پکارا تو ہے

خرمنِ دل کو مرے خاک میں بدلا جس نے
آتشِ عشق کا دل سوز شرارہ تو ہے

میرے جذبات میں احساس ہے زندہ تجھ سے
میری مغموم جوانی کا سہارا تو ہے

آتشِ شوق مرے دل میں لگا دی جس نے
حسنِ فطرت کا وہ خاموش اشارہ تو ہے

پرماتما کی تلاش

سوامی وویکانند جی

● کیا تم پرماتما کی تلاش میں ہو؟ اگر یہ بات ہے تو اسے انسان میں ڈھونڈو۔ وہ انسان میں اور تمام چیزوں سے بڑھ کر ظاہر ہو رہا ہے۔

● اُسے مندر میں ڈھونڈنا یا کراماتوں اور الہامات کے لیئے اُس کی طرف رجوع کرنا غیر ضروری ہے۔ وہ یہیں ہر لمحہ اور ہر جگہ موجود ہے۔ ہم اُسے دیکھ سکتے ہیں، اُسے چھُو سکتے ہیں کیونکہ وُہی ہمارا بھائی، ہمارا دوست، ہمارا دُشمن اور ہمارا اپنا آپ ہے۔

● خاموش پربت بن جاؤ۔ تب سمندر سے دریا آکر تمہیں اُوپر سے میدانوں کی طرف بہا کریں گے۔

● وہ پاگل ہے جو یہ کہتا ہے کہ مَیں بندھا ہُوا ہُوں۔ ایسا کہنے کا انجام بندھن ہی ہوگا۔ من ہی سب کچھ ہے۔ اگر یہ آزاد ہے تو تم آزاد ہو، خواہ جنگل میں رہو، اور خواہ دُنیا میں۔

● تُم خُود کو بے کس، خوار و حقیر کہتے ہو؟ بزدلو! تم جانتے نہیں، کہ تمہارے اندر طاقت سرور، آزادی اور کُل غیر محدُود حقیقت موجود ہے۔ تمہارا کام صرف یہی ہے، کہ اس آبِ حیات کو پی جاؤ۔

● جو تمہارے اندر موجُود ہے، وُہی سب ہاتھوں سے کام کرتا ہے اور سب پاؤں سے چلا کرتا ہے۔

● جو شخص اپنے آپ میں اعتماد نہیں رکھتا، وہ ناستک ہے۔ مگر یہ یقین خود غرضانہ نہیں ہے۔ اس کے معنی سب میں اعتماد اور یقین کے ہیں۔ کیونکہ تم خُود ہی کُل ہو۔ اپنے لئے محبت کے معنی کُل سے محبت ہیں کیونکہ تم سب ایک ہو۔

● سچّائی کا معیار وحدت ہے۔ جو کچھ ایکتا اور وحدت پیدا کرے، وہ سچ، اور جو نفرت پیدا کرے وہ جھُوٹ۔ کیونکہ نفرت وحدت کی بجائے تفرقہ پیدا کرتی ہے۔

● جونہی تم کہتے ہو کہ تم ایک فانی وُجود ہو، تم ایک غلط بات کا اعلان کرتے ہو، تم خُود کو جھُٹلا رہے ہو، تم خُود کو ایک کمزور، پاجی اور ناچیز بنانے کے لئے اپنے کو ہپناٹائز کر رہے ہو۔

● اس لئے خُود کو یہی اشارہ دیا کرو۔ "مَیں طاقت سے پُر ہوں، آنند سرُوپ برہم ہُوں"۔ برہم اُن لوگوں میں کبھی نہیں جاگتا، جو اپنی توقیر آپ نہیں کرتے۔

● تم کس طرح جانتے ہو، کہ کوئی کتاب سچائی کی تعلیم دیتی ہے؟ اس لئے کہ تم خُود سچّائی ہو، اور اسے محسُوس کرتے ہو۔ تمہاری اپنی خدائیت ہی تو خُدا کی ہستی کا ثبوت ہے۔

وہ کون جھلک دکھلاتا ہے

پروفیسر مُلک راج جی ایم اے

اِس شور و شر میں ہستی کے
پستی کی بھیانک غاروں میں
جب ہوش کا سایہ ڈھلتا ہے
پیچھے سے ہزاروں پردوں کے

اُلجھن میں مادہ پرستی کے
ظُلمت کے سیاہی پاروں میں
جب نفس کا سکّہ چلتا ہے
چھُپ چھُپ کر چُپکے چُپکے سے

وہ کون جھلک دکھلاتا ہے
مَن مندر میں گھُس آتا ہے

گرداب حوادث میں آکر!
جب جان کی کشتی کے لیئے
رہ رہ کے نصیبہ سوتا ہے
جب آس کا دامن چھُٹتا ہے

سختی کی چٹان سے ٹکرا کر
ہوتے ہیں پیہم ہچکولے
تن من ناکارہ ہوتا ہے
جب یاس کا طُوفاں اُٹھتا ہے

تب ڈھارس کون بندھاتا ہے؟
نیّا کو پار لگاتا ہے!

جب جسم کی دُنیا سوتی ہے
اعضا جب راحت پاتے ہیں
مَن چنچل ساکن ہوتا ہے
تخیّل کا سلسلہ ٹوٹتا ہے

حرکت نہ جُنبش ہوتی ہے
بے ہوشی میں کھو جاتے ہیں
احساس کا دریا سوتا ہے
تن من کا رِشتہ چھوٹتا ہے

پھر نیند سے کون جگاتا ہے
پہلی سی رَوانی لاتا ہے

حضرت علم عُرف بھگوت گیان

از قلم شری ۱۰۸ سوامی شاشوت آنندجی مہاراج

گیان یا علم کو ہم چار پہلوئے نظر سے دیکھ سکتے ہیں۔ اوّل عالم بیداری یعنی جاگرت کا گیان ہے۔ جس میں ہم آنکھوں سے دیکھتے ہیں، کانوں سے سُنتے ہیں، ناک سے سُونگھتے ہیں، زبان سے چکھتے ہیں۔ اور جلد سے چھُوتے ہیں، دُنیائے بیرُونی کے گیان کے ذریعے یہی پانچ گیان اندریے ہیں، اور یہی من کے لیئے مصالح بہم پہنچاتے ہیں۔ اور اسی مصالح پر بدھی یعنی عقل ہر بات کا فیصلہ کرتی ہے۔ دُوسرے سوپن یعنی عالمِ خواب کا گیان ہے۔ یہاں بیرُونی دَرح اندریوں کے گولک کام نہیں کرتے۔ آنکھ بند ہوتی ہے، کان آواز نہیں سُنتا۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر من کام کرتا ہے۔ جاگرت کے جو سنسکار من میں موجود ہیں۔ اُن کا سہارا لے کر نئی نئی صُورتیں گھڑتا ہے۔ اندریوں اور اُن کے وشیوں کو رچ کر بھوگ کے سامان گیان کے راجہ کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اور وہ گیان اُن سب کو اپنی روشنی کے نُور سے مُنوّر کرتا ہے۔

نگاہِ غور سے دیکھیئے، تو عالمِ بیداری و عالمِ خواب دونوں یکساں ہیں۔ دونوں میں وُہی ایک گیان ہے۔ جو وشیوں کا پرکاش کرتا ہے۔ جب تک خواب کی دُنیا پیشِ نظر ہے۔ عالمِ بیداری کی طرح اِس کا تمام کارخانہ سچا نظر آتا ہے۔ بیداری میں بیشک خواب جھُوٹا ہوتا ہے۔ مگر اِسی طرح خواب میں عالمِ بیداری بھی جھُوٹا ہے۔ دونوں صُورتوں میں سچا ہے۔ تو بس ایک اُن کے دیکھنے والا ہی سچا ہے۔ جو گیان سرُوپ ہے۔ اور جس کے سامنے بیداری و خواب کے تماشے ہوتے رہتے ہیں۔ ناظرین کو یہ بات دھیان میں رکھنی چاہیئے کہ اِن دونوں میں گیان وہی ایک ہے۔ مگر جن وشیوں کو وہ پرکاش یعنی روشن کرتا ہے۔ ان کے نام بھی علیحدہ علیحدہ ہیں اور صُورتیں بھی الگ الگ ہیں۔ گو یہاں ایک ذاتِ واحد کثرت کا مُعائنہ کر رہی ہے۔

اب گیان کا تیسرا پہلو لیجیئے۔ جب کثرت کے نام و صُورت کے جلوے اِس کے سامنے نہیں ہوتے۔ یہ سشپتی کی حالت یا غفلت کی نیند ہے۔ جس میں خواب کی صُورتیں پیشِ نظر نہیں ہوتیں، بلکہ آدمی گہری نیند میں سوتا ہے اور اُٹھ کر کہتا ہے۔ میں ایسا سویا کہ کچھ بھی نہ جانا یا مجھے کسی بات کی بھی ہوش نہ رہی۔ یہاں بھی گیان یعنی علم وُہی ہے۔ جو بیداری یا خواب کے عالم میں تھا۔ اُس کا ناش نہیں ہوتا۔

مگر بلدہ ہائے کثرت کی بجائے اَب وہ اگیان کی صرف ایک برتی کا پرکاش کرتا ہے جس کی صورت نہ تھی۔ کہ "میں نے کچھ نہیں جانا" غفلت کی نیند سے اُٹھ کر آدمی کا یہ کہنا کہ "میں نے کچھ نہیں جانا"...... اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ گیان موجود تھا۔ ......

اُور وہ اگیان کی اِس برتی یا حالت کو پرکاش کر رہا تھا کہ "میں نے کچھ نہیں جانا" اِسی کو اُٹھ کر یاد کرتا ہے۔ اُور کہتا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ حافظہ ہمیشہ اُسی شے کا ہُوا کرتا ہے۔ جس کا پہلے اَنوبھو ہو چکا ہو۔ احساس میں آئے بغیر کسی چیز کا حافظہ ناممکن ہے۔ ہاں اِس عالم میں گیان مختلف وِشیوں کے پرکاش کرنے میں بٹا ہُوا سا نہیں ہے۔ بلکہ منجمد یا گھن سا ہے۔ اِسی واسطے اِس حالت کو گیان گھن کہتے ہیں۔ یہاں گیان کے سامنے صرف گیان کی ایک برتی ہے۔ اُور اُس کا حال ایسا ہے۔ جیسا نباتات یا جمادات کا ہوتا ہے۔

اَب گیان کی چوتھی حالت کو لیجئے۔ بیداری میں گیان کثیف یعنی موٹے وِشیوں کو پرکاش کرتا ہے۔ اِسی واسطے اِس کا بھوگ بھی کثیف ہے۔ خواب میں لطیف وِشیوں کا پرکاش کرتا ہے۔ اِسی واسطے اُس کا بھوگ بھی لطیف ہے سُشپتی میں صرف ایک آنند کا بھوگ ہے کہ میں سُکھ سے سویا اور کچھ بھی نہیں جانا۔ تینوں حالتوں میں گیان ایک ہے، اُور اُس کے سامنے کثرت یا وحدت کی صُورت میں وِشے ہیں۔ گیان کا چوتھا پہلو یہ نظر قُدرتاً یہی ہو سکتا ہے کہ اُس کے سامنے کوئی بھی وِشے نہ ہو۔ اُور وہ اپنی ذات محض میں ثابت و قائم ہو۔ یہ تُریا یعنی چوتھی حالت کہلاتی ہے۔ اس کا اَنوبھو سمادھی میں یوگیوں اُور گیانیوں کا ہوتا ہے۔ یہاں اپنی ذات بسیط کے سِوائے اُور کوئی چیز پیش نظر نہیں رہتی۔ اُور اپنے آپ کو آدمی بھوما یعنی غیر محدود محسوس کرتا ہے۔ یہ گیان کی شُدھ یعنی مُصفّا حالت ہے۔ یوگی اُور گیانی تو اِسے اپنا آپا محسوس کرتے ہی ہیں۔ لیکن ہر ایک آدمی ہر روز گیان کی اِس حالت میں سے گزرتا ہُوا بھی اِسے نہیں جانتا۔ ٹھیک اِس کی پہچان سُشپتی ختم ہو جائے، اُور خواب یا بیداری کا عالم ابھی شروع نہ ہو، تو سندھی یعنی عالم کے بدلنے کی حالت میں ظاہر ہے کہ گیان شُدھ ہے۔ جس میں وِشے یعنی نام و صُور کا کوئی لیش نہیں ہے۔ گیان کا یہ شُدھ سرُوپ موکھش کی حالت میں ہے۔ اُور ہر شخص کو اِسی معراج عالی کو پیش رکھنا چاہیئے۔

اُوپر ہم نے گیان کا لفظ اِستعمال کیا ہے۔ مگر یہی اِس پُرش کا بلکہ تمام پرانیوں کا آتما ہے۔ جس کا سرُوپ یعنی ماہیت ذاتی گیان ہے، اُور یہی حضرت علم یعنی بھگونت گیان پرماتما کی پاک ذات عین ہستی علم اُور سرُور واحد اُور اکبر ہے۔ نیائیکوں نے بڑا دھوکا کھایا کہ گیان کو آتما کا گُن مان لیا۔ جو پیدا اُور ناش ہوتا رہتا ہے۔ اگر گیان آتما سے علیحدہ چیز ہے، تو آتما جڑ ہُوا۔ تمام جڑ چیزیں فانی ہوتی ہیں۔ اِسی واسطے آتما کو بھی فنا لازم آئے گی، اُور یہ محض غلطی ہے۔ بس آتما کا سرُوپ ہی گیان ماننا چاہیئے۔ نہ کہ گُن۔ آدمی کا یہ تعیّن یا وہم کہ میں انسان ہُوں۔ محض اپنے سرُوپ کو بھُول جانے کا نتیجہ ہے۔ اِس بھُول یعنی اگیان کا عِلاج گیان ہے جو شرتی بھگوتی بتاتی ہے۔ "ایم آتما برہم" جس کے معنی ہیں۔ کہ یہ آتما بھُول سے اپنے آپ کو محدود سمجھا

ہوتا ہے۔ ورنہ حقیقت میں غیر محدود اور ٹوپرن برہم ہے۔ اگیان یا بھول سے اندھیرے میں رسّی سانپ نظر آتی ہے۔ مگر کیا تماشے کی بات ہے کہ رسّی نہ پہلے سانپ ہوئی، نہ اب ہے اور نہ آئندہ ہوگی۔ اسی طرح ایک سروویاپی شُدھ سچّدانند برہم اگیان سے جگت اور جیو رُوپ ہوکر نظر آرہا ہے۔ واقع میں جگت پہلے نہ کبھی تھا، نہ اب ہے، نہ آئندہ ہوگا۔ جو ہے سو گیان سُروپ برہم ہی ہے اور کچھ ہی نہیں۔ اور وہ مکان و زمان و علت سے محدود نہیں ہے۔ بلکہ جس میں دُکھ اور پاپ کا لیش تک نہیں اور ہمیشہ اپنی ذاتِ ابدی میں قائم و دائم اور یکساں ہے۔

اے شخص تُو جانتا نہیں، وہ برہم کون ہے۔ اے پیارے، تُو ہے اور کوئی نہیں۔ تیرے سوائے برہم اور کوئی نہیں ہے۔ تُو ہی وہ ذات غیر محدود ہے۔ تُو ہی سرب ویاپی شُدھ بُدھ سچدانند ہے۔ بھول چھوڑ دے۔ اور تُو اب ہی مُکت ہے۔ حقیقت میں تجھے نہ پہلے کبھی بندھ تھا، نہ اب ہے، نہ آئندہ ہوگا۔ اپنی ہی بھول سے تُو اسی طرح اپنے آپ کو بندھ میں گرفتار دیکھ رہا ہے۔ جس طرح ایک صحرا میں آفتاب کی شعاعیں پڑنے سے پانی لہراتا نظر آتا ہے اور ہرن دھوکا کھا کر دَوڑ دَوڑ کر اپنی جان گنواتے ہیں۔ یا جیسے خواب میں راجہ اپنے کو کنگال سمجھ کر بے اندازہ تکلیف اُٹھاتا ہے۔ دھوکے سے چاند دو نظر آئیں، تو وہ دو نہیں بن جاتے۔ مغالطے سے رسّی، سانپ اور سیپی چاندی نظر آئے تو واقع میں ایسا ہو نہیں جاتا۔ عین اسی طرح تُو سچدانند سرب ویاپی برہم ہوکر اپنی بھول سے اپنے آپ کو محدود سمجھا ہُوا ہے اور ناحق دُکھ پر دُکھ بھوگ رہا ہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں۔ کہ اس بھول کو جلد چھوڑ دے اور جان کہ میں ہی حضرتِ علم یعنی بھگوت گیان اور مُکت سُروپ برہم ہُوں۔ اور اس کی درڑھتا کے لئے اپنے سروپ یعنی ماہیت ذاتی کو ہمیشہ دھیان میں رکھ۔ اور بار بار ایسی بھاونا کیا کر کہ ؎

ہے دھیان میں جس کے دھیانی ہیں مجنوں　　ہوئے گیان پر جس کے گیانی ہیں مفتوں
پڑھا جس کا جوگی جتی نے ہے افسوں　　وہی آتما سچدانند میں ہوں
کرم جس کے ملنے کو کرتا ہے کرمی　　دھرم جس کے پانے کو کرتا ہے دھرمی
مرم جانتا ہے فقط جس کا مرمی　　وہی آتما سچدانند میں ہوں
جسے یگیہ اور دان سے ڈھونڈتے ہیں　　جسے تپ سے اور گیان سے ڈھونڈتے ہیں
جسے دھارنا دھیان سے ڈھونڈتے ہیں　　وہی آتما سچدانند میں ہوں
نہ آغاز جس کا نہ انجام جس کا　　جہاں دیکھیے جلوۂ عام جس کا
ہر اک شکل جس کی ہر اک نام جس کا　　وہی آتما سچدانند میں ہوں
جسے سُن کے انسان کہتا نہیں ہے　　جسے دیکھ کر ہوش رہتا نہیں ہے
جسے پا کے دُکھ کوئی سہتا نہیں ہے　　وہی آتما سچدانند میں ہوں

زمان و مکاں میں ہُوا جو نمایاں　علل میں ہُوا بن کے علت جو پنہاں
غرض جس سے ممکن ہے نیرنگِ امکاں　وُہی آتما سچدانند میں ہُوں
کسی شے کی ہستی نہیں جس سے باہر　ہر اک نور جس نور سے ہے منور
جو بے مثل آنند کا ہے سمندر　وُہی آتما سچدانند میں ہُوں
جسے ہر موجود مانا ہے سب نے　جسے اپنا مقصود مانا ہے سب نے
جسے غیر محدود مانا ہے سب نے
وُہی آتما سچدانند میں ہُوں

~~~ (اوم شبھم) ~~~

آتم گیان

(از قلم شری ۱۰۸ سوامی گوبند آنند جی مہاراج)

ہر ایک پُرش کے لئے اپنے اصلی سروپ کا جاننا یعنی آتم گیان کا حاصل کرنا ایک خاص اور لازمی امر ہے۔ دُوسرے دُنیاوی علموں کی طرح اختیاری یا معمولی نہیں ہے کہ اگر نہ بھی ہو، تو گذارہ ہو سکے۔ عام لوگ اس آتم گیان کو معمولی علم سمجھ کر اس کے لئے خاص طور پر کوشش نہیں کرتے۔ جس سے ہمیشہ تکلیفوں میں پابند اور اصلی آرام سے بے بہرہ رہتے ہیں۔ وُہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ جیسے اِنسان کا جسم عنصری غذا کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ایسے ہی اِنسان کی رُوحانی زندگی بھی بغیر آتم گیان کے نہیں رہ سکتی۔ مُردہ سی ہو جاتی ہے۔ اگرچہ پُرش کا اصلی سرُوپ کسی صُورت میں بدل نہیں سکتا اور نہ ہی وہ کوشش سے ترقی پاتا ہے۔ بغیر کسی سادھن اور کوشش کے سُبھاوک ہی سچدانند ویاپک سرُوپ ہے تاہم جب تک اِس پُرش کو باقاعدہ اپنے اصلی سرُوپ آتما برہم کا یتھارتھ پرتکھ گیان نہیں ہوتا، تب تک تمام دُکھوں کی نورتی اور پرمانند کی پراپتی نہیں ہو سکتی۔ رحیم کی خواہش بادشاہوں اور مہاراجوں کو بھی دِل میں لگی رہتی ہے۔ جیسے بلبلے اور اور لہریں اگرچہ ہمیشہ بغیر کسی سادھن و کوشش کے جل رُوپ ہی ہیں۔ تو بھی جب تک اُن کو اپنے اصلی جل سرُوپ کا گیان نہیں ہوتا۔ تب تک اُن کو اپنے بننے اور ٹوٹنے کا خوف لگا رہتا ہے۔ اصلی آرام کا مُنہ ہرگز نہیں دیکھ سکتے، اور سُپن میں آیا پُرش بھی اگرچہ حقیقی نگاہ سے دُکھوں کا بھوگتا نہیں ہوتا، اور اوسے وہاں دُکھ ہوتا ہے۔ مگر بغیر جاگنے کے وہ دُکھ دُور نہیں ہوتے۔ سوائے جاگنے کے اُس کو سُپنے کے
~~~

فرضی دُکھوں سے رہائی پانے کا اور کوئی وسیلہ نہیں ہے۔ اسی طرح جب تک یہ پُرش حقیقی جاگرت یعنی اپنے آتم گیان کو حاصل نہیں کرتا۔ تب تک خواہ کتنا کرم، اُپاسنا وغیرہ کیوں نہ کرے۔ اس مایا دی چکر کے دُکھوں سے رہائی نہیں پا سکتا اور نہ ہی مستقل سُکھ کا منہ دیکھ سکتا ہے۔

کئی لوگ دیش سُدھار پر بڑا زور دیتے ہیں اور کہتے ہیں، کہ ہر ایک کو اُپکار اور ہمدردی کرنی چاہیئے۔ مگر یہ نہیں جانتے کہ جب تک پہلے اپنا سُدھار نہ ہوئے گا۔ دُوسروں کا سُدھار کیسے کر سکیں گے۔ جو انسان آپ بندھا ہُوا ہے، وہ دُوسروں کو کیسے چھُڑا سکتا ہے۔ محض اپنا اور دُوسروں کا وقت ہی ضائع کرنا ہوتا ہے۔

پس انسان کو چاہیئے کہ پہلے کوشش کر کے اپنی حالت کو مکمل کرے۔ یعنی تمام دُکھوں سے آزاد اور پرمانند اوستھا میں پراپت ہو جاوے۔ پھر دُوسرے لوگوں کا سُدھار اور ہمدردی کرے۔

جاگو اور جگاؤ

جب دیپک جگ اُٹھتا ہے، تب وہ خود ہی روشن نہیں ہوتا بلکہ اپنے چاروں طرف اُجالا پھیلائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح جس کو آتم گیان پراپت ہو گیا ہے۔ وہ پھُول کی خوشبُو کی مانند اپنی روشنی ہر طرف لُٹانے لگتا ہے۔ کسی غرض یا مطلب براری کے لیئے نہیں بلکہ اُس کا سوبھاؤ ہی اپنے دھن کو بانٹنا ہوتا ہے، وہ جلد ہی مُکت ہو کر دُوسروں کو بھی مُکتی دان کرتا ہے۔ یعنی اُنہیں آتم گیان دے کر اُن کے بندھن کا وہم ہٹا دیتا ہے۔ وہ اپنے سارے وجُود میں پُوری طرح کھِل کر دُوسروں کو بھی کھِلا دیتا ہے۔ اُس کا جیون سنسار میں بہار لاتا ہُوا اُسے سُورگ بنا دیتا ہے۔ خُود جاگنا اور دُوسروں کو جگانا لازم ملزوم ہیں

اس لئے

رسالہ اوم دِلّی

کے سرپرستوں کا فرض ہے کہ جہاں اُنہوں نے اس برھم وِدیا سے خُود لابھ اُٹھایا ہے۔ وہاں وہ دُوسروں کو بھی اس کے خریدار بننے کے لیئے پریرتا کریں۔

"ایڈیٹر"

ندی کا گیت

شری دیودت گوپال ایم۔ اے۔ ایم۔ او۔ ایل

ندی پیاری !! بتا مجھ کو کہانی زندگانی کی
ذرا معلوم ہو مجھ کو حقیقت اِس روانی کی
بتا یہ کس لئے رہتی ہے تیری جستجو جاری
بغیر اپنے مخاطب کے ہے کیوں یہ گفتگو جاری
بتا تو کس لئے کہسار سے میداں میں آتی ہے
مصائب جھیلتی ہے جان پر بھی کھیل جاتی ہے
یہ اوڑھی کس کے ماتم میں بھلا نیلی ردائیں ہیں
کیوں دلدوز تیرے لب پہ یہ پیہم صدائیں ہیں
ذرا رُک کر تو حالِ دل مجھے اپنا سُناتی جا!
ذرا مفہوم اپنے گیت کا مجھ کو بتاتی جا!
مرے ہمدم میں اپنا حالِ دل تجھ کو سُناتی ہوں
تو جو پائے حقیقت ہے ابھی تجھ کو بتاتی ہوں
ملے مجھ کو پیا میرا مجھے ہے جستجو جس کی!
سُنا کرتی ہوں گوشِ ہوش سے میں گفتگو جس کی
تلاشِ یار پر مبنی سدا میری روانی ہے
اُسی کے ہجر میں آنکھوں سے بہتا میری پانی ہے
حسیں تصویر جس کی میری آنکھوں میں سمائی ہے
اُسی کی کھوج نے مجھ سے میری وادی چھڑائی ہے
اُسی کی جستجو میں دل کو میرے بے قراری ہے
اُسی کی کھوج میں شب کو سدا انجم شماری ہے
اُسی کی جستجو میں یہ کڑی ساری اُٹھاتی ہوں
یہاں تک اپنی ہستی بھی اُسی دُھن میں مٹاتی ہوں

اُسی کے ہجر میں چھوڑا ہے دامن مرغزاروں کا
نہیں ہے بے سبب سر پھوڑنا یہ آبشاروں کا
اسی اُمید پر میں روز و شب صحرا میں آتی ہوں
اسی اُمید پر میں جان کی بازی لگاتی ہوں!
وصالِ بحر کی خاطر ہیں یہ دُشواریاں میری
یہ سب مجبُوریاں میری یہ سب لاچاریاں میری
اگر میں اُس کو مِل پاؤں تو مشکل دُور ہو جائے
وفورِ طرب سے قلبِ حزیں مسرُور ہو جائے

تم خُود ہی تو ہو!

یہ جو صُورت ہے تیری صُورتِ جاناں ہے یہی
نقشہ ہے یہی، رنگ یہی، ساماں ہے یہی
اپنی ہستی کے سِوا غیر کو سجدہ ہے حرام
مذہبِ پیرِ مغاں مشربِ رنداں ہے یہی
بسترہ ٹاٹ کا دو پارچہ کمل کی کلاہ
تاجِ خسرو ہے یہی تختِ سلیماں ہے یہی

"اے شاندار، متمول اور رنگا رنگی سے پُر انسان! تم نظر اور آواز کا شاہی محل ہو۔ تمہارے حواس میں صبح رات اور اتھاہ کہکشاں پڑے لٹکتے ہیں۔ تمہارے دماغ کے اندر خُدائی شہر کی جومیٹری پائی جاتی ہے۔ تمہارا دل محبّت کا کاشانہ اور صحیح اور غلط کی مملکت ہے۔ ایک فرو بشر وہ پھل ہے جس کی تیاری اور پختگی میں تمام گذشتہ زمانے خرچ ہُوئے ہیں۔ اور ایک ترقی یافتہ انسان جو جانتے ہیں داتا اور کرتے میں دلیر ہوتا ہے۔ قُدرت کی تمام محنتوں کا نشانہ ہے۔ اور ارادہ کی تعلیم و تربیّت علم طبقات الارض اور علم ہیئت کا آخری پھل اور پھُول ہے!

"ایمرسن"

دو حاکم
خودی اور معرفت

از۔ مہاتما جیمز ایلن

انسانی روح کے میدانِ جنگ پر دو حاکم سرداری کا تاج پہننے کے لئے اور دل پر حکومت کرنے اور غلبہ پانے کے لئے ہمیشہ لڑتے رہتے ہیں۔ ایک حاکم خودی جس کو اِس دنیا کا شہزادہ بھی کہتے ہیں، اور دوسرا حاکم راستی یا معرفت حقیقی جس کو خداوند تعالےٰ بھی کہتے ہیں۔ حاکم خودی وہ باغی اور سرکش سردار ہے، جس کے ہتھیار شہوت، غرور، طمع، خودبینی، خودرائی، سب تاریکی یا سیہ کاری کے سامان ہیں۔ حاکم معرفت یا صداقت وہ حلیم اور سلیم حاکم ہے۔ جس کے ہتھیار شرافت، حلم، پاک دامنی، ایثار، فروتنی، محبت۔ سب روشنی یا نیکوکاری کے اسلحہ ہیں۔

یہ لڑائی یا کشمکش ہر ایک روح میں ہوتی رہتی ہے، اور جیسے کہ سپاہی یکلخت دو مخالف فوجوں میں شریک نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ہر ایک دل یا تو خودی کی صف میں بھرتی ہوتا ہے یا معرفت کی صف میں ہو کر لڑتا ہے۔ یہاں پر کوئی نصفا نصفی تقسیم نہیں ہو سکتی۔ "یہ خودی ہے، وہ معرفت ہے۔ جہاں خودی ہے، وہاں معرفت نہیں اور جہاں معرفت ہے وہاں خودی نہیں"۔ یہی بدھ جی مہاراج معرفت کے تلقین کرنے والے کا قول تھا، اور حضرت یسوع مسیح نے یہ فرمایا ہے۔ "کہ کوئی شخص دو حاکموں کی خدمت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یا تو وہ ایک سے نفرت کرے گا، اور دوسرے سے محبت کرے گا۔ یا وہ دوسرے کا طرفدار ہو کر اس کی پیچ کرے گا، اور پہلے کو حقیر سمجھے گا۔ تم خداوند تعالےٰ اور قارون دونوں کی ایک ساتھ خدمت نہیں کر سکتے"۔ سچ کہا ہے۔ مایا اور رام دونوں نہیں مل سکتے۔

طریق معرفت یا راستی ایسا سیدھا سادہ ہے، اور بالکل ایسا غیر متغیر اور بے لاگ ہے۔ کہ اس میں کسی قسم کی پیچیدگی، موڑ اور قید نہیں ہے۔ طریق خودی ایسا دلفریب اور ٹیڑھا ہے اور اس طرح عیار اور پیچ در پیچ خواہشوں سے گھرا ہوا ہے کہ اس میں لاانتہا موڑ اور قیود ہیں، اور جو لوگ دھوکے سے خودی کے پیرو ہیں، اُن کا یہ خیال باطل ہے، کہ ہم ہر ایک دنیوی خواہش کو سیر کر سکتے ہیں۔ اور ساتھ ہی طریق معرفت بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن معرفت کے طالب خودی کو چھوڑ کر ہی معرفت کی پیروی کرتے ہیں، اور دنیوی خواہشوں اور خود پسندی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتے ہیں۔

اگر تم معرفت حاصل کرنا اور اُس کی ماہیت کو بخوبی سمجھنا چاہتے ہو، تو تمہیں اپنی انانیت

کے فنا کرنے اور خودی کے ترک کرنے پر آمادہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ پُر جلال معرفت حقیقی اُس وقت معلوم ہو سکتی ہے، اور سمجھ میں آسکتی ہے، جبکہ خودی بالکل معدوم ہو جائے، اور اُس کا کچھ بھی اثر باقی نہ رہے۔

حضرت عیسےٰ کا قول ہے کہ جو شخص میرا شاگرد یا پیرو ہونا چاہتا ہے، اُسے روزمرّہ ترک خودی کرنا لازم ہے۔ اگر تم خودی کو چھوڑنے، اپنی شہوات نفسانی، تعصّبات اور خیالات یا راؤں کو ترک کرنے پر رضامند ہو؛ تو تم معرفت کی سُکڑی گلی یا تنگ راستہ میں داخل ہو سکتے ہو۔ اور وہ امن اور شانتی حاصل کر سکتے ہو۔ جو اس دُنیا میں نصیب نہیں۔ مطلق خود انکاری اور پرلے درجہ کی نفس کشی معرفت کی مکمل حالت ہے، اور تمام مذاہب اور فلسفے اِس اعلےٰ درجہ کو حاصل کرنے کے لئے ایک قسم کی امداد ہیں۔ خودی معرفت سے مُنکر ہوتا ہے اور معرفت خودی سے مُنکر ہوتا ہے۔ جب تم خودی کو نیست و نابود کر دوگے، تو تم معرفت میں از سرِ نو جنم لوگے اور جب تم خودی سے محبّت کروگے تو معرفت تم سے غائب ہو جائے گی۔

جب تک خودی میں محو رہو گے، تو تمہیں راستہ میں ہر چہار طرف دقتیں ہی دقتیں پیش آئیں گی، اور بار بار کی مُصیبتیں، رنج اور مایُوسیاں تمہیں دق کریں گی۔ برعکس اِس کے طریق معرفت میں کسی قسم کی دقت نہیں ہے، اور معرفت حاصل کر کے تم تمام رنج والم اور مایُوسیوں سے بری ہو جاؤ گے۔

معرفت بذاتِ خود پوشیدہ اور تاریک نہیں ہے، وہ ہمیشہ نمُودار رہتی ہے، اور بالکل صاف و شفاف ہے۔ لیکن خودی اپنے اندھاپن اور ضد کے مارے اِسے نہیں دیکھ سکتی۔ جیسے دن کی روشنی سوائے اندھوں کے اور کسی کے لئے پوشیدہ اور غائب نہیں ہے۔ اِسی طرح معرفت کی روشنی بھی سب پر عیاں ہے اور کسی کے لیئے پوشیدہ نہیں۔ لیکن جو لوگ خودی سے اندھے ہیں، وہ اُس کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے —— اِس کائنات میں معرفت ہی ایک حقیقی شے ہے۔ یہی قلبی راحت، کامل انصاف، اور ابدی محبّت ہے۔ اِس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ یہ کسی شخص پر حصر نہیں رکھتی۔ بلکہ تمام انسان اِس پر حصر رکھتے ہیں۔ یا یہ کہو کہ معرفت ہی کل بنی نوع انسان کا سہارا ہے۔ جبکہ تم خودی کی آنکھوں سے دیکھتے ہو، تو تم معرفت کی خُوبی اور حسن کو نہیں معلُوم کر سکتے۔ مثلاً اگر تم خود بین یا خود پسند ہو، تو ہر ایک شے پر تمہاری خود پسندی کا رنگ چڑھ جائے گا۔ اگر تم شہوت پرست ہو، تو تمہارا دل اور نفس جذبے یا شہوت کے دھوئیں اور شعلوں سے اِس قدر تاریک ہو جائے گا۔ کہ ہر ایک شے ان کے باعث اصلی حالت میں نظر آنے کی بجائے۔ بدہیئت اور غیر موزوں دکھائی دے گی، اگر تم مغرور اور متعصف یعنی اپنی ہی راؤں کے پیچ کرنے والے ہو۔ تو تم تمام کائنات میں اپنی ہی راؤں اور

خیالات کی وقعت اور عظمت کے سوا اور کچھ نہ دیکھو گے۔

ایک صفت ہے جس کے ذریعہ عارف، خود بین شخص سے بلا ریب تمیز ہو سکتا ہے، اور وہ صفت انکسار یا فروتنی ہے۔ خود بینی، ضد اور خود ستائی ہی سے بری نہ رہنا بلکہ اپنی رائوں کو وقعت کی نگاہ سے خیال نہ کرنا۔ انکسار دراصل یہی ہے۔

جو شخص خودی میں ڈوبا ہُوا ہوتا ہے، وہ اپنی ہی رائوں کو بمنزلہ معرفت یا راستی کے خیال کرتا ہے۔ اور دُوسرے شخصوں کی رائوں کو بمنزلہ گمراہی کے تصوّر کرتا ہے۔ لیکن جو شخص معرفت حقیقی کا دِل سے مُتلاشی ہے۔ اور جس نے تعصّبانہ رائے اور حقیقی راستی میں تمیز کرنا سیکھ لیا ہے، وہ تمام آدمیوں کو دریا دلی اور انصاف کی نظر سے دیکھتا ہے اور اُن کی رائوں کے مُقابلہ میں اپنی رائوں کی خواہ مخواہ پچ کرنا نہیں چاہتا، بلکہ اپنی رائوں کو ترک کر دیتا ہے۔ تاکہ اس میں عشق الٰہی اور زیادہ بڑھے اور اس سے معرفت کا اظہار ہو۔ کیونکہ معرفت بذات خود بیان سے باہر ہے اور صرف ہم اپنے برتاؤ میں اِس پر عمل کر سکتے ہیں۔ جس شخص میں سب سے زیادہ دریا دلی یا خیر خواہی ہے۔ اِسی میں سب سے زیادہ معرفت ہے۔

اِنسان بڑے جوش اور سرگرمی کے مُباحثوں میں شریک ہوتے ہیں، اور بے وُقوفی سے یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ معرفت کے حامی ہیں۔ حالانکہ دراصل وہ اپنے ہی چھوٹے چھوٹے اغراض اور ناپائیدار رائوں کے طرفدار ہو کر لڑ رہے ہیں۔ خودی کا پیرو اور لوگوں پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ ہوتا ہے۔ اور راستی یا معرفت کا پَیرو اپنے آپ پر حملہ آور ہوتا ہے۔ راستی یا معرفت غیر متغیّر اور ابدی ہے۔ اور اس لئے وہ تمہاری اور میری رائے پر بالکل حصر نہیں رکھتی۔ ہم یا تو معرفت کے اندر داخل ہو سکتے ہیں یا اُس کے باہر قیام کر سکتے ہیں۔ یعنی یا تو ہم معرفت کو قبول کر سکتے ہیں یا اُس سے مُنکر ہو سکتے ہیں۔ مگر ہماری موافقت یا مخالفت دونوں فضول ہیں، اور ان کا اُلٹا اثر ہم پر ہی پڑتا ہے۔

جو لوگ مغلوب الغضب، مغرور اور غیروں کو چشم حقارت سے دیکھنے والے ہیں، اور اپنے نفس کے غُلام ہے، وہ اپنے ہی خاص عقائد یا مذہب کو راستی پر مبنی مانتے ہیں، اور باقی تمام مذاہب کو جھُوٹا اور غلط سمجھتے ہیں، اور وہ بڑے جوش اور سرگرمی سے لوگوں کو مُرید بناتے ہیں۔ دراصل ایک ہی مذہب ہے، اور وہ مذہب راستی یا معرفت کا ہے۔ اور صرف ایک ہی مغالطہ ہے اور وہ مغالطہ خودی کا ہے۔ راستی یا معرفت حقیقی کچھ تصنّع اور تکلّف کا ایمان نہیں ہے۔ یہ ایک ایسا دِل ہے جو خُود غرضی سے مبرّا ہے، پاک ہے اور برتر حالت میں پہنچنے کی آرزو رکھتا ہے۔ اور جس شخص میں حقیقی معرفت ہے، وہ صلح کل ہے اور سب سے محبّت کے خیالات رکھتا ہے۔

اگر تم چُپکے سے اپنے نفس دل اور چال چلن کا بغور معائنہ کرو۔ تو تم آسانی سے معلوم کر لو گے، کہ ہم معرفت حقیقی کے پیرو ہیں یا خودی کے معتقد ہیں۔ کیا تم اپنے باطن میں گمراہی، دُشمنی، حسد، شہوت، تکبر کے خیالات کو لیئے بیٹھے ہو، یا تم تندہی سے اُن کا مقابلہ کرتے ہو، اور دل و جان سے ان کی بیخکنی کرنے کی کوشش کرتے ہو؟ پہلی حالت میں تم ضرور خودی کے پابند ہو، خواہ تمہارا مذہب کچھ ہی ہو۔ دُوسری حالت میں تم معرفت حقیقی کے اُمیدوار ہو، گو ظاہر میں تم کسی مذہب کو نہ مانو۔ کیا تم غضب آلودہ اور خود رائیہ ہو۔ ہمیشہ اپنی ہی اغراض کو حاصل کرنا چاہتے ہو، اور خودی میں مستغرق ہو، اور خودی پر ہی تمہارا دارومدار ہے، یا تم شریف اور حلیم ہو، خود غرضی سے مبترا نفس پرستی کی ہر ایک صُورت سے بری ہو، اور ہمیشہ خودی یا خود پرستی کو ترک کرنا چاہتے ہو؟ پہلی حالت میں خودی تمہارا حاکم ہے اور دُوسری حالت میں معرفت حقیقی تمہارا مرغوب یا من بھاتا مُدعا ہے۔ کیا تم دھن دولت کی ساعی ہو۔ کیا تم اپنے فریق کے طرفدار ہو کر بڑے جوش و خروش سے لڑتے ہو۔ کیا تمہیں حکومت اور سرداری کی ازحد تمنا ہے۔ کیا تم میں نمود اور خودستائی کی عادت ہے۔ یا یہ تم نے دھن، دولت کی طمع چھوڑ دی ہے۔ تم نے کسی قسم کے لڑائی جھگڑوں سے کچھ واسطہ نہیں رکھا ہے۔ تم سب سے اونئے درجہ پانے اور حالت گمنامی میں رہنے پر شاکر ہو، اور تم نے اپنا ذکر کرنا اور اپنے تئیں اچھا سمجھنا ترک کر دیا ہے؟ پہلی حالت میں خودی تمہارے دل کا معبود ہے۔ گو تم یہ خیال کرو، کہ ہم تو خداوند تعالیٰ کی پرستش کرتے ہیں، دُوسری حالت میں تمہارا قرب خداوند تعالیٰ سے ہے۔ گو تم زبان سے اُس کی پرستش نہ کرو۔

جن علامتوں سے کہ معرفت حقیقی کا عاشق پہچانا جاتا ہے۔ اُن میں کسی قسم کی غلطی نہیں ہو سکتی۔ دیکھو کرشن جی مہاراج نے بھگوت گیتا میں ان علامتوں کو اسی طرح بیان کیا ہے۔ (سولھواں باب شلوک ۱-۳) "بے باکی، صاف دلی، تحصیل دانائی و معرفت میں سعی بہ ارادہ، سخاوت خود ضبطی، خُداترسی، شوق مطالعہ، ریاضت، راست روی، ایذا رسانی سے پرہیز کرنا، (لااہنسا) صداقت، غُصّہ کو مارنا۔ (غیض و غضب میں نہ آنا۔) دریا دلی۔ اطمینان (شانتی) عیب پوشی (دوسروں کی چُغلی نہ کرنا) رحم دِلی، قناعت، خواہشوں میں مُبتلا نہ ہونا، ملائمت یا شرافت، حیا، سنجیدگی (چھچھوراپن کا نہ ہونا) جلال، حلم، استقلال، پاکیزگی (ظاہری اور باطنی) انتقام نہ لینے کی طبیعت۔ اپنے آپ کو سب سے بڑھ کر نہ سمجھنا۔ اے ارجن! یہ سب علامتیں اُن لوگوں میں پائی جاتی ہیں جو اعلیٰ درجہ کی عظمت یا فطرت علوی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

جب سے اِنسان مغالطہ اور خود پرستی کے ٹیڑھے راستوں میں گمراہ ہو کر فطرت علوی یعنی پاکی اور راستی کی حالت کو بھول گئے ہیں، تو وہ ایک دُوسرے پر رائے لگانے کے لیئے مصنوعی معیار مقرر

کرتے ہیں، اور اپنے ہی خاص مذہبی عقائد کو مانتے ہیں، اور اُن کی تقلید کو معرفت حقیقی کی کسوٹی بناتے ہیں، اور اس طرح سے اِنسان ایک دُوسرے کے مخالف ہو جاتے ہیں، اور اُن میں پھوٹ پڑ جاتی ہے۔ اور اس کا انجام لگاتار دُشمنی اور جھگڑے کا برپا ہونا اور لا اِنتہا رنج و تکلیف کا سہنا ہوتا ہے۔

ناظرین! اگر تُم معرفت حقیقی میں جنم لینا چاہتے ہو، تو اس کے حاصل کرنے کا صرف ایک ہی طریق ہے۔ اور وہ یہ ہے، کہ خودی کو چھوڑ دو۔ تم اب تک جن شہوتوں، اشتہاؤں، خواہشوں، رائوں محدُود خیالات اور تعصبات کے گرویدہ ہو۔ اُن سب کو بِلکل ترک کر دو۔ آئندہ سے اُن کے مطیع نہ ہو۔ اور معرفت حقیقی تمہیں حاصل ہوگی۔ یہ خیال چھوڑ دو کہ تُمہارا ہی مذہب اور کُل مذہبوں سے برتر ہے۔ اور عجز سے دریا دلی اور سخاوت کا اعلےٰ سبق سیکھنے کی کوشش کرو۔ اِس خیال پر ہرگز نہ جمے رہو، کہ جس نجات دہندہ کی تم پرستش کرتے ہو، وہی ایک نجات دہندہ ہے۔ اور جس نجات دہندہ کی تمہارا بھائی صدق دل اور سرگرمی سے پرستش کرتا ہے، وہ دھوکے باز ہے۔ کیونکہ یہ خیال جھگڑے اور دُشمنی کا برپا کرنے والا ہے۔ برعکس اس کے تمہیں چاہیئے۔ کہ محنت اور ہوشیاری سے پاکی کا راستہ ڈھونڈو، اور پھر تمہیں بخُوبی معلُوم ہو جائے گا، کہ ہر ایک پاک آدمی بنی نوع اِنسان کا نجات دہندہ ہے۔

خودی کا ترک کرنا صرف بیرُونی چیزوں کا ترک کرنا نہیں ہے۔ یہ دراصل اندرُونی گناہ اور اندرُونی گمراہی کا ترک کرنا ہے۔ معرفت حقیقی صرف ان باتوں کے کرنے سے نہیں ہوتی، کہ نمائشی لباس ترک کر دیں۔ دھن دولت پر لعنت بھیجیں۔ بعض قسم کے کھانوں سے پرہیز کریں۔ بلکہ معرفت حقیقی اِس طرح حاصل ہوتی ہے کہ طبیعت میں سے خود بینی کا میل ہی دُور ہو جائے۔ دھن، دولت کی خواہش پیدا ہی نہ ہو۔ نفس پرستی سے خُود بخُود ہی نفرت ہو جائے۔ ہر قسم کا کینہ، جھگڑا، بُرائی خودپسندی دِل سے نِکل جائے، اور ان کی جگہ شرافت، نیک نیتی اور صاف باطنی ظاہر ہو۔ اوّل قسم کے کام کرنا، اور دُوسری قسم کے نہ کرنا، ریاکاری اور دھوکہ دہی ہے۔ برعکس اس کے دوسری قسم کے کام کرنے میں پہلی قسم کے کام بھی شامل ہیں۔ تم عالم ظاہری کو چھوڑ سکتے ہو، اور خود اکیلے جا کر کسی پہاڑ کی کھوہ میں یا کسی سنسان جنگل میں کہیں دُور بیٹھ سکتے ہو۔ لیکن تم اپنی خود غرضی تو اپنے ساتھ وہاں بھی لے جاؤ گے، اور جب تک تُم اس خُود غرضی کو نہ چھوڑو گے۔ تم زیادہ تر مُصیبت اور دھوکے میں پھنسو گے۔ جہاں تم ہو، وہیں رہو۔ اپنے فرائض بجا لاؤ۔ اور اپنے اندرُونی دُشمن یعنی دنیوی جھگڑوں کو چھوڑ دو۔ سب سے اعلےٰ درجہ کی کمالیت اور کمال درجہ کی شانتی یہ ہے کہ دُنیا میں رہو، اور پھر دُنیا کے نہ ہو۔

مہابھارت (مسلسل)

سبھدرا، دروپدی اور اُترا کو اس پرکار دھیرج دے کر شری کرشن ارجن کے پاس آئے اور مسکراتے ہوئے بولے۔ "ارجن! تمہارا کلیان ہو۔ اب جاکر آرام کرو۔" یہ کہہ کر انہوں نے ارجن کے کیمپ کا پہرہ مضبوط کر کے اپنے کیمپ میں آئے، اور بستر پر لیٹ گئے۔ اس کے بعد ارجن کی پرتگیا کا سمرن کر کے دارُک سے کہنے لگے۔ دارُک! ارجن! نے کل جیدرتھ کو مار ڈالنے کی پرتگیا کر لی ہے۔ لیکن درونا کی رکھشا میں رہنے والے پُرش کو اندر بھی نہیں مار سکتے۔ اس لئے کل مَیں ایسا انتظام کروں گا۔ جس سے ارجن سُورج چھپنے سے پہلے ہی جیدرتھ کو مار ڈالے۔ دارُک! میرے لئے استری، پُتر، متر اور بھائی بندھو بھی ارجن سے بڑھ کر پیارے نہیں ہیں۔ اس سنسار کو ارجن کے بغیر مَیں ایک سیکنڈ نہیں دیکھ سکتا۔ ارجن کے لئے میں کرن، دریودھن وغیرہ سبھی مہارتھیوں کو اُن کے گھوڑے اور ہاتھیوں سمیت مار ڈالوں گا۔ کل دُنیا دیکھ لے گی کہ مَیں ارجن کا کتنا سچا متر ہُوں۔ جو ارجن سے دویش کرتا ہے، وہ میرا بھی شترو ہے اور جو اُس کے انکول ہے، وہ میرے بھی انکول ہے۔ تم اپنی بُدھی میں اس بات کا نشچے کر لو، کہ ارجن میرا آدھا شریر ہے۔ سویرا ہوتے ہی میرا رتھ سجا کر تیار کر دینا۔ اُس میں سُدرشن چکر، کومودکی گدا، دویہ شکتی اور شارنگ دھنش کے ساتھ ہی سبھی ضروری سامگری رکھ دینا، گھوڑے جوت کر میرا انتظار کرنا۔ جُوں ہی میرے پانچ جنیہ شنکھ کی آواز نکلے، توں ہی تیزی سے میرے پاس رتھ ہانک لانا۔ مَیں آشا کرتا ہوں۔ ارجن جس جس یودھا کے مارنے کا نشچے کریں گے۔ وہاں وہاں اُن کی ضرور ہی فتح ہو گی۔

دارُک نے کہا۔ "پرشوتم! آپ جس کے سارتھی ہیں۔ اُس کی فتح تو یقینی ہے۔ اُس کی ہار کیسے ہو سکتی ہے۔ ارجن کی فتح کے لئے آپ مجھے جو کچھ حکم دے رہے ہیں۔ وہ مَیں سویرا ہوتے ہی پُورا کروں گا۔

ارجن کا سُپنے میں بھگوان شنکر کے پاس جانا شری کرشن کا یدھشٹر کو دھیرج بندھانا۔ اور سب کا یُدھ کے لئے روانہ ہونا:۔

سنجے کہتے ہیں:۔ "راجن! ارجن اپنی پرتگیا کے بارے میں وچار کرتے کرتے سو گئے۔ اُنہیں چنتا کرتے ہوئے جان کر سُپنے میں بھگوان کرشن نے درشن دیئے۔ بھگوان کو دیکھتے ہی ارجن اُٹھے اور انہیں آسن پر بٹھا کر خود چُپ چاپ کھڑے ہو گئے۔ شری کرشن نے ان کا نشچے جان کر کہا۔" ارجن! تم چنتا

کیوں کر رہے ہو۔ بدقسمیان پُرش چنتا نہیں کیا کرتے۔ چنتا کام کو بگاڑ دیتی ہے۔ جو کرنے یوگیہ کام آپڑے اُسے پُورا کرنا چاہیئے۔ ہمت والے پُرش کا شوک تو اُس کے لیئے ہانی کارک ہوتا ہے۔" بھگوان کے ایسا کہنے پر ارجن نے کہا۔ کیشو! مَیں نے کل اپنے پُتر کے گھات جیدرتھ کو مار ڈالنے کی بھاری پرتگیا کر ڈالی ہے۔ لیکن اب مَیں سوچ رہا ہُوں کہ میری پرتگیا کو توڑنے کے لیئے کورو ضرور ہی جیدرتھ کو سب سینا کے پیچھے ہی رکھیں گے، اور سبھی مہارتھی اُس کی رکشا کریں گے۔ گیارہ اکھشوہنی سینا میں سے اب جتنی سینا باقی ہے، وہ سب جیدرتھ کو اپنے میں چھپا کر رکھے گی۔ اُن کے بیچ میں کھڑا ہُوا جیدرتھ مجھے کیسے دِکھائی دے گا؟ اگر جیدرتھ دِکھائی ہی نہ دیا، تو پرتگیا کیسے پُوری ہوگی اور پرتگیا بھنگ ہونے پر مجھ جیسا منش کیسے جیون دھارن کر سکتا ہے؟ اب تو مَیں نراش سا ہو رہا ہوں۔ آج کل سُورج بھی جلدی چھپ جاتا ہے۔ اِن سب کارنوں سے مَیں چنتا مگن ہُوں۔

ارجن کے شوک کا کارن سُن کر شری کرشن جی نے کہا۔ "ارجن! بھگوان شنکر کے پاس "پاشوپت" نامی ایک دویہ استر ہے جس سے اُنھوں نے سب دَیتیوں کا سنگھار کیا تھا۔ اگر تمہیں اُس استر کا گیان ہو، تو ضرور ہی تم جیدرتھ کو ختم کر سکو گے۔ اگر اس کا گیان نہ ہو، تو من ہی من میں بھگوان شنکر کا دھیان کرو۔ ایسا کرنے سے بھگوان شنکر کی کرپا سے تم اُس مہان استر کو پا سکو گے۔

بھگوان شری کرشن کی بات سُن کر ارجن آچمن کر کے بھُومی پر آسن لگا کر بیٹھ گئے۔ اور من کو ایکاگر کر کے بھگوان شنکر کا چِنتن کرنے لگے۔ اِس کے بعد دھیان اوستھا میں ارجن نے شُبھ براہم مہورت میں بھگوان کرشن کے ساتھ اپنے آپ کو اُڑتے دیکھا۔ اُس سمے اُن کی چال ہَوا کے سمان تیز تھی بھگوان کرشن اُن کا دایاں بازو پکڑے چل رہے تھے۔ اُتر دِشا میں آگے بڑھ کر اُنھوں نے ہمالہ کے پوِتر استھان پر ایک دِویہ جیوتی دیکھی، اور وہاں سِدھ لوگ وچر رہے تھے۔ آگے بڑھ کر اُنہیں سفید پربت دِکھائی دیا۔ پاس ہی کُبیر کا کریڑا بھون تھا۔ اس کے سروور میں کمل کھلے ہُوئے تھے۔ تھوڑی ہی دُوری پر اگادھ جل سے اُمڈ رہی گنگا لہریں مار رہی تھی، اور اُس کے کنارے پر رشیوں کے پوِتر آشرم تھے۔ اُس کے آگے مندراچل دِکھائی دیا۔ اُس کے بعد بہت سے دِویہ ستھانوں کو پار کرنے کے بعد اُنھوں نے ایک پرم پرکاشمان پربت دیکھا۔ اُس کے شِکھر پر بھگوان شنکر براجمان تھے۔ جو ہزاروں سُورجوں کے سمان پرکاشمان تھے۔ اُن کے ہاتھ میں ترشول تھا۔ مستک پر جٹائیں شوبھا پا رہی تھیں اور شریر پر مرگ چرم کے وستر لپیٹے بھگوان پاربتی دیوی کے ساتھ بیٹھے تھے۔ تیجسوی بھُوت گن اُن کی سیوا میں حاضر تھے۔ برہم وادی رشی گن اُن کی اُستتی کر رہے تھے۔

اُن کے پاس پہنچنے پر بھگوان کرشن اور ارجن نے پرتھوی پر مستک ٹیک کر اُنہیں پرنام کیا۔ اُن دونو نر اور نارائن کو آیا دیکھ بھگوان شو بڑے پرسنّ ہُوئے۔ اور ہنستے ہوئے بولے۔ "ویر شریشٹھ! تم

دونوں کا سواگت ہے۔ اُٹھو! بتاؤ تمہاری کیا اچھیا ہے؟ اُسے میں ضرور ہی پوری کروں گا۔"
بھگوان شوکی یہ بات سُن کر شری کرشن اور ارجن دونوں ہاتھ جوڑے کھڑے ہو گئے۔ اور اُن کی اُستتی کرنے لگے۔ بھگون! آپ بہت ناموں بھو، شرو، رُودر، اُگر اور مہادیو وغیرہ ناموں سے پرسدھ ہیں۔ آپ کو ہم بار بار نمسکار کرتے ہیں۔ آپ بھگتوں پر دیا کرنے والے ہیں۔ پربھو! ہمارا منورتھ پورا کیجئے۔ اس کے بعد ارجن نے من ہی من میں بھگوان شو اور شری کرشن کا پوجن کیا، اور شنکر سے کہا۔ بھگوان! میں دِوّیہ استر چاہتا ہوں"۔ یہ سُن کر بھگوان شنکر مُسکرا کر بولے۔ "سر شیشٹھ ویرو! میں تم دونوں کا سواگت کرتا ہوں۔ تمہاری ابھلاشا معلوم ہوئی۔ تم جس کے لئے آئے ہو۔ وہ وستو بھی دیتا ہوں۔ یہاں نزدیک ہی ایک امرت مئے دِوّیہ سرو ور ہے۔ اُسی میں میں نے اپنے دِوّیہ دھنش اور بان رکھ دیئے ہیں، وہاں جا کر بان سمیت دھنش لے آؤ۔"
بہت اچھا کہہ کر دونوں ویر شوجی کے دُوتوں کے ساتھ اُس سرو ور پر گئے۔ وہاں جا کر انہوں نے دو ناگ دیکھے۔ ایک سُورج منڈل کے سمان پرکاشمان تھا اور دوسرا ہزار سنگ والا تھا۔ اُس کے مکھ سے آگ نکل رہی تھی۔ شری کرشن و ارجن اُس سرو ور کے جل کا آچمن کر کے اُن ناگوں کے پاس حاضر ہوئے، اور ہاتھ جوڑ کر شوجی کو پرنام کرتے ہوئے شت رُودری پاٹھ کرنے لگے۔ تب بھگوان شنکر کے پربھاؤ سے وہ دونوں ناگ اپنا سروپ چھوڑ کر دھنش بان ہو گئے۔ اس سے دونوں بڑے پرسنّ ہوئے اور اُن پرکاشمان دھنش بان کو لے کر شنکر جی کے پاس آئے۔ وہاں آکر اُنہوں نے وہ استر شنکر جی کے ارپن کیا۔ تب بھگوان شنکر کی پسلی سے ایک برہمچاری نکلا۔ اُس نے ویر آسن سے بیٹھ کر اُس دھنش کو اُٹھا لیا اور اُس پر بان چڑھا کر کھینچا۔ ارجن یہ سب دھیان کے ساتھ دیکھتا رہا، اور اُس وقت شوجی نے جو منتر پڑھا۔ اُسے بھی اُس نے یاد کر لیا۔ تب اُس برہمچاری نے اس دھنش بان کو پھر سرو ور میں پھینک دیا۔ اس کے بعد شنکر جی نے پرسنّ ہو کر اپنا پاشوپت نامی گھور استر ارجن کو دے دیا۔ اُسے پاکر ارجن بہت خوش ہوا۔ وہ اپنے کو دھنیہ سمجھنے لگا۔ پھر کرشن اور ارجن دونوں بھگوان شنکر کو پرنام کر کے اُن کی آگیا لے کر اپنے کیمپ میں چلے آئے۔ یہ سب کچھ ارجن نے سپنے میں دیکھا۔
سنجے کہتے ہیں: ـــــــ ادھر شری کرشن اور داروک باتیں کرتے ہی رہے۔ اتنے میں رات گزر گئی۔ اتنے میں راجہ یدھشٹر بھی جاگ اُٹھے۔ اور اُٹھ کر اشنان کر کے وستر پہن کر پوجا وغیرہ سے فارغ ہو کر بیٹھے ہی تھے۔ کہ بھگوان کرشن کو سُندر آسن پر بٹھا کر اُن کی پوجا کر کے یدھشٹر نے کہا۔
بھگوان! ہماری وجے آپ کے ہی آشرے ہے۔ جیسے دیوتا اندر کا آشرا لیتے ہیں۔ ویسے ہی ہم نے آپ کا آشرا لیا ہے۔ سرو لیشور! ہمارا اُسکھ اور ہماری رکھشا سب آپ کے آدھین ہے۔ آپ کو ہمارا بار بار نمسکار ہے۔ ہے بھگوان! نارد جی نے آپ کو پراتن رشی نارائن تبلایا ہے۔ آپ ہی ور دینے والے بھگوان

وِشنو نہیں۔ اِس بات کو آپ ستیہ کر دِکھایئے۔
شری کرشن نے کہا ——— "راجن! چنتا نہ کرو۔ ارجن بڑا بلوان، استروں کا گیاتا، پراکرمی اور یُدھ نیتی میں ماہر ہے۔ وہ ضرور ہی آپ کے دُشمنوں کو ملیا میٹ کرے گا۔ وہ پرچنڈ اگنی بن کر دھرت راشٹر کے پُتروں کو جلا دے گا۔ ابھیمنیُو کے گھاتک جیدرتھ کو ارجن مار کر ایسی جگہ بھیج دے گا، جہاں جانے پر منش کا پھر درشن نہیں ہوتا۔ اگر اِندر کے ساتھ سمپُورن دیوتا بھی اُس کی رکھشا کو اُتر آئیں، تو بھی وُہ آج ارجن کے ہاتھ سے بچ نہیں سکے گا۔ راجن! آج ہم جیدرتھ کو مار کر ہی آپ کے سامنے حاضر ہوں گے۔"
اِتنے میں ارجن وہاں آ پہنچے۔ اُنہوں نے یُدھشٹر اور شری کرشن جی کو پرنام کیا۔ اور رات کے سُپنے کی ساری بات کہہ سُنائی اور کہا! کہ آج ہماری فتح یقینی ہے۔ بھگوان شری کرشن کی کرپا سے مَیں نے رات کو بھگوان شنکر کے درشن کئے ہیں۔ یہ سُن کر سب پرسنّ ہُوئے۔ اور وہاں موجود راجاؤں نے بھگوان شنکر کو پرنام کیا۔ اِس کے بعد سب لوگ دھرم راج کی آگیا لے کر کوچ وغیرہ پہن کر یُدھ کے لئے نکل پڑے۔ سب کے من میں اُتساہ تھا۔ ساتکی ارجن اور شری کرشن بھی یُدھشٹر کو پرنام کر کے اُن کے کیمپ سے باہر نکلے۔ ساتکی اور شری کرشن ایک ہی رتھ پر بیٹھ کر ارجن کے کیمپ میں آئے۔ وہاں شری کرشن جی نے سارتھی کی طرح ارجن کے رتھ کو تیار کر کے سب استروں شستروں سے سجا دیا۔ اِتنے میں ارجن بھی دھنش بان لئے وہاں آ گئے، اور رتھ پر بیٹھ گئے۔ تب شری کرشن جی نے ساتکی سے کہا۔ ساتکی! جیسے آج نمت دکھائی دے رہے ہیں۔ اُن سے جان پڑتا ہے۔ کہ آج نشچے ہی ہماری جیت ہوگی۔ اور ارجن کی پرتگیا پُوری ہوگی"۔ تب ارجن نے ساتکی سے کہا۔ "ویر شریشٹھ! اِس سنسار میں کوئی ایسا ویر نہیں۔ جو تمہیں یُدھ میں ہرا سکے۔ تم میری چنتا چھوڑ کر دھرم راج کی ہی رکھشا میں رہنا۔ جہاں بھگوان واسدیو ہیں، وہاں وجے نشچت ہے۔ ساتکی بہت اچھا کہہ کر یُدھشٹر کے پاس چلے گا۔

رسالہ اُوم دِتّی

ہر انگریزی ماہ کی ۲۹-۳۰ تاریخ کو نہایت باقاعدگی اور احتیاط کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے۔ اگر محکمہ ڈاک کی لاپرواہی سے کسی سجن کو وقت پر نہ ملے، تو وُہ دس تاریخ تک انتظار کر کے اطلاع دیں۔ ہم دوبارہ فری بھیج دیں گے۔

منیجر

شری کرشن کا رُوحانی پیغام

دیوان پنڈی داس جی چوپڑہ بی اے

دُنیا کے لیئے شری کرشن کی رُوحانی تعلیم کا سب سے بڑا منبع شریمد بھگوت گیتا ہے۔ جو کہ مُسلمہ طور پر دُنیا کے عظیم ترین صحیفوں میں سے ہے۔ دو اور کتب انوگیتا اور اُودھو گیتا بھی ہیں۔ جن میں دھرم اور گیان پر شری کرشن کا کلام درج ہے۔ بھگوت گیتا اور انوگیتا تو مہابھارت کے حصص ہیں۔ لیکن اودھو گیتا شریمد بھاگوت میں پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ مہابھارت اور پُرانوں میں بھی اخلاق اور دھرم پر شری کرشن کا بہت سا کلام موجود ہے۔ لہذا ہمارے پاس شری کرشن کا رُوحانی پیغام سمجھنے کے لیئے کافی مصالحہ موجود ہے۔

بھگوت گیتا کی تعلیم کا اختصار یہ ہے:-

" میدانِ جنگ میں اُتر کر ارجن محسوس کرتا ہے کہ قتل کرنے میں تو پاپ ہی پاپ ہے۔ خاص طور پر اپنے عزیز مِتروں اور رشتہ داروں کو قتل کرنے میں۔ وہ سوچتا ہے کہ ضروری ہے کہ اس جنگ کے نتیجہ کے طور پر سوسائٹی کا شیرازہ بکھر جائے۔ اور اس تمام بدنظمی کے لیئے مَیں ہی ذمّہ دار ہوں۔ وہ خیال کرتا ہے کہ موجودہ حالات میں میرا صرف یہی فرض ہے کہ مَیں شاستر کی آگیا کے مطابق سب کچھ تیاگ کر سنیاسی ہو جاؤں۔ شری کرشن کا ارجن سے اس وقت یہ فرمان ہے کہ تمام افراد کے فرائض ان کے ذاتی حالات اور اُن کی قدرتی اہلیت ہی ان کے لیئے وضع کرتی ہے۔ یہ فرائض سوسائٹی حالات اور قدرت کی طرف سے بنے بنائے اُسے پیش کیئے جاتے ہیں، اور ان فرائض کا وجُود یا انتخاب انسان کے اپنے اختیار کی بات نہیں ہے۔ لہذا اگر وہ اپنی بہبُودی و سلامتی چاہتا ہے۔ تو ان کا پُورا کرنا ہی اُس کا دھرم ہے۔ شری کرشن نے اس جگہ نہایت واضح الفاظ میں فرمایا ہے کہ بندھن اور پاپ ہمارے کسی فعل کا نتیجہ نہیں ہوسکتے۔ بلکہ جس نیت سے کام کیا جاوے، اُس نیت یا نکتہ نگاہ کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ لہذا اگر ہم کسی لگاؤ کے بغیر کوئی فعل سرانجام دیتے ہیں، اور اُس میں اپنی فاعلیت کو مُقدم تصور نہیں کرتے ہیں، تو یہ کام ہمارے بندھن کا مُوجب نہیں ہوسکتا ہے اور جو شرتی میں ترکِ اعمال کی تعلیم ہے۔ اُس سے مُراد صرف کرم پھل کے تیاگ سے ہے، نہ کہ کرموں کے تیاگ سے۔ فقیری اور سنیاس کی زندگی، ارجن کی تربیت اور اُس کے جنم (ورن) کے مطابق بھی نہیں ہوگی۔ شری کرشن وضاحت فرماتے ہیں۔ کہ پرماتما نے وہ حالات اور طاقتیں خود پیدا کی ہیں، جو کہ جنگ کی صُورت میں رُونما ہو رہی ہیں۔ لہذا اس وقت ارجن ترکِ اعمال کر بھی دے۔ تو بھی یہ حالات ٹل نہیں سکتے ہیں۔ لہذا اس کا فرض اس وقت یہی ہے کہ انصاف اور راستی کا علمبردار ہو کر جنگ میں مصروف ہو جائے اور اس امر کا مطلق

خیال نہ کرے کہ میری اپنی ذات کے حق میں اس کا کیا نتیجہ ہوگا۔

ذرا غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ در اصل اعمال کی دُنیا صرف پرکرتی کی دُنیا ہی ہے۔ یعنی تمام اعمال پرکرتی سے ہی سرزد ہوتے ہیں۔ لہٰذا اعمال کے نتیجہ سے رُوح کیوں کوئی سروکار رکھے۔ اس وجہ سے کرم پھل کی اِچھّیا کا صرف یہی نتیجہ ہوتا ہے کہ ایسے پھل کی اِچھّیا کی وجہ سے ہم مادی تعلقات کے قانون کے تحت میں آکر بندھن میں پھنس جاتے ہیں۔ جب ہم غلطی سے آتما (اپنی اصلی ذات) کو افعال کا فاعل تصوّر کرتے ہیں۔ تو اُن افعال سے پیدا شدہ سُکھ دُکھ بھی ہمیں بھگتنا پڑتا ہے اور اسی سکھ دُکھ کے احساس سے اِچھّیا اور دویش کا چکر پیدا ہوجاتا ہے۔ ان تمام زبوں نتائج سے ہم صرف اُسی صورت میں بچ سکتے ہیں، جبکہ ہم مکمل بےغرضی سے اپنے فرائض پُورے کریں۔ اور یہ خیال ہرگز نہ کریں کہ ہماری ذات کو اس سے کیا لابھ ہوگا۔ ایسے نشکام طرزِ عمل کے ذریعے حقیقی آزادی (مکتی) کے حصول کے لئے گیتا کی تعلیم کے مطابق تین راستے ہیں۔ اوّل کرم مارگ راہِ اعمال یعنی فرض کے نکتہ خیال سے سرانجام دُنیا اور اس میں کوئی غرض یا مقصد نہ رکھنا۔ دوم۔ گیان مارگ یعنی راہِ علم جو کہ خود شناسی کا راستہ ہے یعنی اپنی ذات حقیقی (آتما) اور غیریت (اناتما) کی مکمل تمیز حاصل کرنا۔ سوم۔ بھگتی مارگ یعنی عقیدت کا راستہ۔ جس پر چل کر پرماتما کے پریم میں ہمارے تمام دُنیاوی تعلقات بالکل محو ہوجاتے ہیں، اور چونکہ انسانی من (MIND) صرف ادراک (KNOWING) (گیان) جذبات FEELINGS (بھگتی) اور تحریک عمل WILLING (کرم) کا ہی جامع ہے۔ اس لئے کوئی اور چوتھا راستہ ممکن نہیں ہے۔ پس ہم میں سے ہر ایک متلاشی حق اپنی طبیعت کے مطابق انتخاب کردہ راستہ پر گامزن ہوکر اُسی ایک مُشترکہ واحد منزل پر پہنچ سکتا ہے۔ ہر رستہ پر چل کر انجام میں اُس کے اہنکار یعنی "میں" اور "میراپن" کا خاتمہ ہوجائے گا اور اس کا جیوپن یعنی انفرادیت یا اپنی علیحدہ ہستی کا احساس "وحدت" کے بےپایاں سُمندر میں تحلیل ہوجائے گا۔"

بھگوت گیتا کے مندرجہ بالا طرزِ بیان پر وچار کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شری کرشن کی تعلیم کس خُوبی سے مختلف انسانی تہذیبوں اور عقائد کو باہم وحدت کے رشتہ میں وابستہ کرتی ہے۔ یہ سب کے لئے ایک واحد مشترکہ معراج (آدرش) پیش کرتی ہے۔ جس کے مطابق مختلف دھرموں میں ظاہری و سطحی اختلافات کا مٹانا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ اُن کی تہہ میں اُس واحد حقیقت کے مشاہدہ اور یقین کی ضرورت ہے۔ جوکہ ہمیشہ سے اُن سب کی مشترکہ بُنیاد ہے۔ اس عالم موجودات کی ہستی کا مدار ہی کثرت پر ہے۔ لہٰذا جب تک دُنیا قائم ہے۔ کثرت کا وجود بھی ضرور رہے گا۔ کیونکہ کثرت اور دُنیا دونوں ہم معنی الفاظ ہیں۔ لیکن ان تفرقات کو برقرار رکھتے ہوئے بھی تم ایک دوسرے سے محبت کر سکتے ہو۔ اور اس طرح سے عالمگیر محبت و اخوت کی بنیاد مذاہب و عقائد کے اختلافات پر بھی رکھی جاسکتی ہے۔ تو گیتا جیسا کہ اس کے نام سے ہی ظاہر ہے۔ اور اصل بھگوت گیتا کا ایک نغمہ ہے جوکہ خدا تعالیٰ

کے اشومیدھ پرب میں درج ہے۔ اِس تصنیف میں یہ بیان ہے کہ جب کورو کھشیتر کا جنگ ختم ہو چکا۔ ایک دن ارجن نے شری کرشن سے پرارتھنا کی۔ اے بھگوان! مجھے پھر ایک دفعہ گیتا کا اُپدیش سُناؤ۔ شری کرشن نے فرمایا کہ اُس وقت وہ اُپدیش یوگ کی حالت میں کہا گیا تھا۔ اس وجہ سے اب وہی اُپدیش دُہرایا نہیں جا سکتا ہے۔ ہاں البتہ میں تم سے اُسی مضمون پر ایک پراچین کہانی بیان کرتا ہوں۔ تاکہ اُس پر وچار کر کے تو اُسی آدرش کو پا سکے۔ جس میں بھگوت گیتا کا ذکر آیا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد بہت سی گیتائیں کہی گئی ہیں۔ اور پنچ تنتر کے طرز بیان پر کہانی در کہانی کا پیچیدہ سلسلہ بیان کیا گیا ہے۔ ہم اس جگہ ان کا بیان نہیں کرتے ہیں۔ اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ کہانیاں شری کرشن کی ذات یا اُن کی تعلیم پر زیادہ روشنی نہیں ڈالتی ہیں۔ اودھو گیتا مسلمہ طور پر بہت عرصہ بعد کی تصنیف ہے۔ یہ بھاگوت پران کے بارھویں سکندھ میں ملتی ہے۔ اور اس میں شری کرشن کا اس دُنیا سے رحلت فرمانے کے وقت کا اُپدیش ہے۔ اور وشنو پران اور مہابھارت میں جس الوداعی پیغام کا ذکر ہے۔ اُسی کو اس کتاب میں زیادہ واضح کر دیا گیا ہے۔ اس میں بھگوت گیتا کی نسبت بھگتی کے آدرش کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ اور اس میں مندرجہ اُپدیش اگرچہ بہت سے موضوع پر ہیں۔ لیکن تمام میں ہر ذاتِ واحد میں اُسی ایک ذاتِ حق کا نور اور جلوہ دیکھنے اور مکمل تیاگ کی ہی تعلیم دی گئی ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ اودھو گیتا اس وقت کی تصنیف ہے۔ جبکہ شری کرشن کے بھگتی مارگ کی کافی اشاعت ہو چکی تھی۔

اُپدیش امرت

از۔ یوگیراج شری سوامی شوانند جی مہاراج
سرسوتی آنند کُٹی، رکھی کیش ہمالیہ

۵۳۔ جو تمہاری شرن آئے اُس کی رکھشا کرو۔

۵۴۔ ہل چلاؤ اور کھاؤ۔

۵۵۔ اپنی صحت کا خیال رکھو۔

۵۶۔ حفظانِ صحت کے اصولوں پر عمل کرو۔

۵۷۔ دانا آدمی جسے بُرا کہیں۔ ایسے الفاظ نہ بولو۔

۵۸۔ سچائی کے راستہ پر مستقل ارادہ سے چلو۔

۵۹۔ صبح ۴ بجے سے ۶ بجے تک اور شام کو ۸ بجے سے ۹ بجے تک پرارتھنا کرو۔

۶۰۔ ولشیاؤں کے مکانوں پر مت جاؤ۔

۶۱۔ کسی حالت میں بھی حوصلہ مت ہارو۔

۶۲۔ عدالتوں میں چارہ جوئی نہ کرو۔

۶۳۔ جب بات کرو، تو صاف صاف اور لفظوں پر زور دیکر پُر اثر بولو۔

۶۴۔ فضول باتیں نہ کرو۔

۶۵۔ کسی کو تکلیف پہنچانے والا کام نہ کرو۔

۶۶۔ کام کرنے سے پہلے تین دفعہ سوچو۔

۶۷۔ بہت زیادہ مٹھائی کبھی نہ کھاؤ۔

۶۸۔ شراب اور منشی اشیاء کا استعمال نہ کرو۔

۶۹۔ اپنے مال کی حفاظت کرو۔

۷۰۔ سینما مت جاؤ۔ فیشن پرستی چھوڑ دو۔

فکرِ انجام

از اثرِ خامہ جناب ابوالمعالی صاحب ایم۔ بی۔ فدا خلیق لااُبالی

یہ دُنیا کا ہے چند روزہ قیام
بھلائی میں گذرے تو ہے خُوب کام

نہیں اپنی ہستی کا کچُھ اعتبار
کہ ہے عارضی اس چمن کی بہار

ہمیشہ یہاں ہم کو رہنا نہیں
ہیں دو دِن کے مہماں مکان و مکیں

کئی آئے بھی اور کئی جا چُکے
خوشی عارضی اپنی دِکھلا چکے

گئی فصلِ گُل اور خزاں آگئی
خوشی کی کلی جلد مُرجھا گئی

نہ رہا کوئی عالم میں آخر خلیق
یہی طور اس کا ہے لاغر خلیق

یہ عالم سے جی کو لگایا عبث
یہ کیوں داغِ حسرت کا کھایا عبث

کیا ہم نے دُنیائے فانی سے پیار
نہ سوچا کہ ہے چند روزہ بہار

نہ نیکی ہی کا بیج بویا یہاں
کہ وقت اپنا غفلت میں کھویا یہاں

ہے عالم پہ عبرت آخر نظر
کہ ہے سب کو اک روز کرنا سفر

عزیزوں میرے رہے یہ خیال
کریں وہ نہ میرے لئے کچُھ ملال

نہ آنسو بہائیں مرے مرنے پر
گُناہوں سے میری جُھکی ہے کمر

نہ ماتم کریں وہ مری موت پر
کریں اپنے چلنے کی فکریں مگر

پراچین تاریخی واقعہ بالکل جدید رنگ میں

سُکنیا

از پنڈت جگن ناتھ جی پربھاکر

تپوبن

سبز پوش درختوں کی قطاریں جدھر نظر چلی گئی تھیں سبزہ زاروں کا چاروں طرف دلکشا منظر کھلا تھا۔ نئی زندگی، پریم و محبت کی تانیں اُڑا رہی تھی۔ پھول مسکرا رہے تھے اور اُن پر نثار ہو رہی تھیں تتلیاں ان کے پریم میں اُنہیں کا روپ ہو کر۔ کلیاں پاگل پریمی بھنوروں کے لیئے آغوش کشا تھیں، اور بھنورے ان سے لپٹ لپٹ کر پریم رس پان کر رہے تھے۔ پرندے چہک چہک کر گھنے پتوں میں آنکھ مچولی کھیل رہے تھے۔ شاخیں جھوم جھوم کر گلے مل رہی تھیں۔ درختوں پر وجد طاری تھا۔ ہرنوں کے جوڑے کلیلیں کرتے ادھر ادھر نکل جاتے تھے۔ ہوا جنگلی پھولوں کی بھینی بھینی مہک سے مدہوش ہوئی جاتی تھی۔ فضا پر سرور محبت کی رُوح چھا رہی تھی۔ کبھی کبھی دُور سے ہوا میں تیرتی ہوئی، اوم دھونی کانوں میں آ کر امرت رس ٹپکائے دیتی تھی۔ ادھر آموں کے گھنے جھنڈ میں جہاں آفتاب کی شعاعیں پتیوں میں سے چھن چھن کر آ رہی تھیں۔ سایہ اور دھوپ کے اس جھلملے سین کے درمیان چند شوخ و شنگ کمسن لڑکیاں ایک پری جمال دوشیزہ کو جھولا جھلا رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فطرت انسانی رُوپ بھر کر اپنی جیتی جاگتی رعنائیوں اور رنگینیوں کے درمیان جلوے دکھا رہی ہے۔ اسے نیکیوں اور پاکیزگیوں کے ہمراہ دُنیا کے باطن میں نُور وحدت کی شمع جگانے والی مجسم بھگتی کہیں یا دُنیاوی سحر طرازیوں سے دلوں کو بھرمانے والی مایا تصور کریں، وہ کسی شاعر باکمال کی زندہ نازک خیالی تھی، یا تصویر جذبات عالی تھی۔ اُس کو جس بھی رُوپ میں چاہیں دیکھیں اور جس بھی نام سے چاہیں منسوب کریں۔ مگر اس کے سنگ کی سہیلیاں اُسے "سکھی" ——— "راجکماری" کے پیارے نام سے مخاطب کر رہی تھیں۔

وہ تھی بھی راجکماری ہی۔ اور اُس کا نام تھا "سکنیا"۔ مہاراجہ شریاتی کی اکلوتی دختر فرخندہ اختر حُور شمائل اور شوخ طبیعت۔ ناز و نعمت میں پلی ہوئی۔ آج اپنے پتا کے ساتھ تپوبن میں سیر و تفریح کے لیئے آئی تھی۔ سہیلیوں اور داسیوں کی پلٹن ہمراہ تھی۔ کچھ وقت تک ادھر ادھر تپوبن کی قدرتی دلفریبیوں کا تماشا کیا، اور پھر آم کے گھنے درختوں میں جھولا ڈال دیا۔ تمام سکھیاں باری باری جھولنے لگیں۔ اس

وقت راجکماری جھول رہی تھی اور سکھیاں جھلا رہی تھیں میٹھی میٹھی تانیں اڑا رہی تھیں۔ جب آفتاب اپنے سفر کی نصف منزل طے کر کے مغربی وادیوں کی جانب کشاں کشاں جا رہا تھا۔

"میتری! میتری!! سکھی!!! دیکھو تو اس سمت کچھ دور کدم کے سایہ سے بھرا ہوا وہ پر کالۂ نور ایک چھوٹا سا طور"۔ راجکماری نے جھولے سے اتر کر تحیر آمیز اشتیاق سے کسی چمکتی ہوئی چیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں راجکماری جی! سچ مچ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آفتاب کے تیز تیر شعاع کی آنی ہے یا گوہر اختر کی کنی ہے"۔

نہیں نہیں۔ رُوپیشوری! یہ اس سے بھی کہیں عجیب و غریب چیز ہو گی نزدیک جا کر دیکھیں تو تمیز ہو گی۔ یہ کہہ کر راجکماری نے پیش قدمی کی سکھیوں نے بھی راہ لی۔ منزل مقصود پر پہنچیں تو دیکھا۔ ایک مٹی کا تودہ کھڑا ہے، اور اس میں ایک آبگینہ سا گڑا ہے۔ جس کی چمک نے انہیں دور ہی سے مسحور کیا تھا۔ اور شوقِ تماشا کے لیئے مائل و مجبور کیا تھا جس کی حیرت افزا نورانی کرن نے تار کشش کا کام کیا اور انہیں وہاں تک کھینچ لیا۔ بہرحال یہ اُن کے لیئے عجوبۂ بے گماں تھا۔ کھیل تماشہ کا سامان تھا۔ پہلے ایک نظر دیکھ ششدر سی رہ گئیں۔ پھر معصومانہ غور و خوض کی رو میں بہہ گئیں۔

راجکماری سوبھاؤ کی چنچل تھی۔ اس کی فطرت میں شوخی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ جی میں آیا کہ اس آبگینہ کو کسی نوک دار چیز کے ذریعے مٹی کے تودے سے نکال لے اور اپنے ہاتھ کا ننھا منا کھلونا بنا لے۔ چنانچہ اُس نے نگاہِ تجسس گرد و پیش دوڑائی اور جھٹ ایک نوکیلا کانٹا ڈھونڈ لائی۔ پھر اس مٹی کے تودہ کی جانب لپکی، اور کانٹے کی تیز نوک سے مٹی کو کرید کر مطلوبہ آبگینہ نکالنے لگی۔ باقی سکھیاں تا حال محوِ حیرت کھڑی تھیں۔ راجکماری کے اس دلیرانہ قصد پر اور بھی متحیر ہو اٹھیں۔ مگر اُن کی حیرانی سے کچھ کچھ خوف کے آثار بھی عیاں ہو رہے تھے۔

ڈھلے دن [illegible] آفتاب خشم گیں انداز میں گھور رہا تھا۔ جب راجکماری نے تیز کانٹے سے اس تودے سے مٹی کریدنا شروع کی۔ تھوڑی [illegible] ذرہ ذرہ، پتہ پتہ ایک نازک دل کی طرح متاسف ہو اٹھا۔ فطرت انجام سے بے خبر راجکماری کی اس حرکت پر رحمانہ انداز میں انگشت بدنداں تھی اور فلک دوں شعار اس کی دیدہ حماقت پر خندہ زن تھا۔ مگر راجکماری اپنے کام میں محو تھی۔ طفلانہ انہماک کے ساتھ۔ وہ یہ نہیں جانتی تھی، کہ اس واقعہ کے در پردہ اس کے لیئے اُس کے اپنے ہی ہاتھوں ایک عظیم انقلاب کی تکمیل ہو رہی ہے۔ جو صرف ایک ہی لمحہ بعد اس کی شاہانہ زندگی کی صبح مسرت کو دم زدن میں شام غربت میں تبدیل کر دے گا۔ اُس نے کانٹے کی نوک سے آبگینہ کو ذرا چھیڑا ہی تو دیا۔ کہ وہ اس میں کھُب گیا۔ جیسے وہ گلاب کا غنچۂ ناشگفتہ تھا۔ اور اس کے ساتھ خون کا ایک ہلکا سا فوارہ نکل کر راجکماری کے ہاتھوں پر پھیلنے لگا۔ کچھ چھینٹوں نے اس کے کپڑوں پر بھی لالہ کاری

کر دی۔

مٹی کے تودے میں معاً لرزہ پیدا ہُوا۔ مٹی کی تہیں ٹوٹ پھوٹ کر اِدھر اُدھر گرنے لگیں اور "شو ہنگ" کی دھیمی دھیمی درد انگیز صدا سے فضا معمور ہو گئی۔ اس مٹی کے تودے سے ایک ضعیف العمر نہایت لاغر انسانی شکل نمودار ہوئی۔ اس کی چشمِ خوں فشاں سے غیظ و غضب کے شعلے نکل رہے تھے۔ اب فرطِ جوش سے کپکپا کر مائلِ گفتار ہوئے جب آسمان کانپ سا اُٹھا۔ زمین تھرتھرانے لگی۔ ساری کائنات میں ایک لرزا سا دوڑ گیا۔ راجکماری مارے خوف و ہراس کے شل ہو گئی۔ کاٹو تو لہو نہیں بدن میں۔

مہاراجہ شریاتی کچھ دور چہل قدمی کر رہے تھے۔ مگر اچانک اُن کے دل میں کچھ کھٹک سا گیا۔ راجکماری کا خیال آتے ہی وہ اپنی عالتِ محویت سے چونک پڑے۔ اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی۔ مگر راجکماری کہیں نظر نہ آئی۔ ذرا تلاش کے بعد وہ جھٹ جائے وقوع پر پہنچ گئے۔ اور دیکھا کہ راجکماری اور سکھی سہیلیاں کٹھ پتلیوں کی مانند بے حس و حرکت کھڑی ہیں۔ اُن کے چہروں سے خوف و ہراس ٹپک رہا ہے۔ اور سامنے ایک سن رسیدہ نہایت نحیف و لاغر مگر پُر جلال صورت انسان سمادھی کے آسن پر بیٹھا ہُوا ہے۔ اس کی ایک آنکھ سے لہو کی دھارا بہہ رہی ہے۔ جو غیظ و غضب سے تمتمائے ہوئے چہرے پر لپکتے شعلہ کی مانند نظر آتی ہے۔ دانا اور دور اندیش مہاراج نے ایک ہی نظر میں جان لیا کہ یہ کوئی معمولی انسان نہیں، بلکہ ایک تپسوی برہم رشی ہیں۔ جن کے کرودھ کی اگنی بلا وجہ نہیں، بلکہ باعثِ شامت ہے۔ پیش خیمہ قیامت ہے۔ وہ نا معلوم آنے والی مصیبت کو بھانپ گئے اور دل ہی دل میں کانپ گئے۔ "ترا ہی! ترا ہی!! بھگوان! کشما! کشما!!" یہ کہتے ہوئے مہاراجہ شریاتی مہرشی کے سامنے ہاتھ جوڑ کر نہایت عجز و انکسار کے ساتھ التجا کرنے لگے۔

مہرشی کے لبوں پر جنبش ہوئی اور ایک لرزہ خیز صدا فضا میں گونج گئی۔ "تو پھر میری اِس اوستھا میں جبکہ آنکھ پھوڑ دی گئی ہے۔ کون سیوا کرے گا، اس چنچل لڑکی ہی کو جو اِس ونش کی بھاگی ہے میری داستا سویکار کرنا ہو گی، اور میرے ساتھ رہ کر جنگل کی مصیبت بھرنا ہو گی۔ بس یہی سزا اِس کے لئے ٹھیک ہے"۔

راجہ کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا گیا۔ "ناز و نعمت میں پلی اپنی اکلوتی بیٹی سے ہمیشہ کے لئے داغِ جُدائی، لختِ جگر، نورِ نظر، گھر بھر کی رونق، گلشنِ اُمید کی واحد نو خیز کلی کی مسعوتوں کے بیاباں میں۔ رنج و الم کے محشرستان میں پامالی، تباہی اور رسوائی! اُف! کتنی کڑی اور جاں گسل سزا ہے!!"

مہاراجہ کے سر پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ غشی سی طاری ہونے لگی۔ مگر سنبھل گئے۔ سوچنے لگے کہ کوئی تدبیر نکل آئے، مصیبت ٹل جائے۔ مگر سب بیکار اور بھی دشواری تھی۔ جو کرتے انکار۔ رشی کا واکیہ اٹل تھا۔ ناگزیر مانند اجل تھا۔ ناچار تپسوی کے آگے سرِ تسلیم خم کیا۔ جگر پر پتھر دھرا۔ اپنی عزیز جان پُتری کو رشی کے حوالے کیا۔ اور ڈبڈباتی آنکھوں سے راجکماری کی پیشانی پر الوداعی بوسہ دیا۔

آفتابِ شام کی آخری زرد پیلی کرن راجکماری سُکنیا کے سُنہری بالوں پر کھیل رہی تھی اور ایک ضعیف تپسوی

کی خدمت گذاری کا سودا بیکہ حاصل ہونے کی خوشی میں اس کے لب لعلین پر تبسم رقصاں تھا۔

(۲)

جاڑے کا موسم، صبح صادق، دھندلا سا سماں اور ندی کا کنارہ، پانی شفاف، نسیم سحری آہستہ آہستہ چل رہی تھی، ندی کے پانی میں ہلکی ہلکی موجیں اٹھ اٹھ کر ساحل سے ہم آغوش ہو رہی تھیں۔ گویا وہ بھی مارے سردی کے پناہ ڈھونڈ رہی تھیں۔ اس غضب کے جاڑے میں ایک پابند وضع، دھرم کی شیدا مجسم تپسیا، پیکر صدق و صفا، تصویر حیا، گلفام و نازک اندام نازنین، ندی کے کنارے ایک پتھر پر بیٹھی اشنان کر رہی تھی۔ نوخیز پری چہرہ، بھولی بھالی، سرتاپا، سادگی، نہ ٹیکا، نہ جھومر، چتنے نہ بالی پھر بھی آرائش سے بے نیاز۔ یہ صورت کچھ ایسی پیاری تھی کہ دریا نے بھی اس کی تصویر دل میں اتار رہی تھی۔ گو شان تقدس بھی چہرے سے نمایاں تھی۔ تاہم شوخی ادا غارت گر ایماں تھی۔ سردی سے کہیں اس کے رخسار کی مٹ جاتے نہ لالی، مہرتاباں نے فوراً شعاعوں کی تابش سے کائنات ہی گرما ڈالی۔ اس عفت کی دیوی نے اشنان کر لیا۔ اور کنڈل میں پانی بھر لیا۔ جب وہ جانے لگی، تو ایک آواز کانوں میں آئی۔

"اے دیوی! ذرا ٹھہر تو ...."

وہ نازنین رک گئی، اور مڑ کر دیکھا کہ دو خوبصورت نوجواں، ہم زماں اور شکل و صورت میں بالکل یکساں قریب تر آ رہے ہیں۔

ان میں سے ایک نوجوان نے فراقیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے، اس نازنین کو مخاطب کیا۔ "دیوی! تو کون ہے؟ یہ تیری کشور اوستھا، کومل بدن اور یہ سنسان جنگل، نر جن بن۔ دیکھنے میں تو کسی راج کل کا ثمر ہے۔ کسی پرتاپی نریش کی نور نظر ہے۔ مگر اس بیاباں میں تیرا کیسے گزر ہے؟ بن باسیوں ایسی حالت! کس لئے یہ صورت بنا رکھی ہے؟ جنگلی جیون کی مصیبت کیوں اٹھا رکھی ہے؟"

نازنین باتمکین نے حیا آمیز جرأت سے جواب دیا۔ "پہلے تمہیں کہو بھدر! تم کون ہو میرا حسب نسب پوچھنے والے؟ اس قسم کے سوالات دریافت کرنے سے تمہارا مطلب؟"

ہم دونوں اشونی کمار ہیں، دیوی! دیوتاؤں کی چکتسا کیا کرتے ہیں۔ سورگ میں رہتے ہیں۔ جب جی میں آ جائے، بھولوک میں بھی چلے آتے ہیں۔ اچھا تو سارے یہاں کی سیر کا آنند اٹھاتے ہیں، اور پھر اپنے دھام کی راہ لیتے ہیں۔ آج بھی بھولوک میں گھوم پھر رہے ہیں۔ تجھے اس وچتر اوستھا میں پا کر یہ پرشن کیا ہے۔ کشٹ دیا ہے۔"

پتی برتا دیوی نے اس یقین سے کر دیوتا زمین کے رہنے والوں پر ہر طرح فوقیت و فضیلت رکھتے ہیں۔ ان سے ہمکلام ہونا برا نہیں، اشونی کماروں سے یوں گویا ہوئی ——— "میں مہاراجہ شریاتی کی خوش قسمت اکلوتی پتری ہوں بھدر! سکنیا میرا نام ہے۔ مہرشی چیون کی داسی ہوں۔ انہی کی سیوا میرا کام ہے۔ ان

کی کُٹیا میرا سورگ دھام ہے۔ وہیں میرا قیام ہے"۔

"مہرشی کی داسی بننے کا کارن؟ اور پھر راج چھوڑ کر فقیری میں خوش قسمتی کیسی؟" اشونی کمار نے دُہرایا۔

سُکنیا نے بڑی سنجیدگی سے کہنا شروع کیا۔ "بھولوک میں سنساری لوگوں سے مہرشیوں کا بہت اُونچا درجہ ہے۔ ان پوتر آتماؤں کی سیوا کا سوبھاگیہ کب کسے ملتا ہے؟ مجھے یہ پراپت ہے۔ کیا یہ میری خوش قسمتی نہیں؟ البتہ میری خوش قسمتی کا کارن میری اپنی ہی لڑکپن کی اوچھی شرارت بنی۔ مہرشی چیون جانے کب سے سمادھی استھان میں تھے۔ جسم پر دیمک کے ساتھ مٹی کی اُٹنی تہیں جم گئی تھیں کہ وہ مٹی کا ایک تودہ ہی نظر آتے تھے۔ ان کی آنکھیں جگنی تھیں۔ اس میں جڑے ہوئے دو خوبصورت آبگینے سی جان پڑتی تھیں۔ میں اپنے پتا کے ساتھ تپوبن میں بھرمن کرنے آئی تھی، اور سکھیوں کے ساتھ اِدھر اُدھر کھیل رہی تھی۔ جب دُور سے اُنہیں چمکتے دیکھا اور بچپن کی چنچلتا و کم فہمی سے انہیں کھلونا ہی سمجھا۔ چنانچہ اُنہیں مٹی کے تودے سے نکالنے کی خواہش ہوئی، اور جھٹ ایک نوکیلے کانٹے سے نکالنے کی کوشش کی۔ مگر کانٹا آنکھ کی چمکتی ہوئی پتلی میں کُھب گیا، اور آنکھ سے لہو کی دھارا بہہ نکلی۔ مہرشی کی سمادھی ٹوٹ گئی۔ تب سے اپنے اس اپرادھ کے کارن مجھے مہرشی چیون جی کی داسی ہونے کا فخر حاصل ہے"۔

• اشونی کمار نے پھر زبان کھولی۔ "اُف کتنا نردئی ہے۔ وہ بڈھا کھوسٹ رشی۔ ایک سولہ سالہ رُوپ وتی راجکماری کی زندگی کو تباہ کر رکھا ہے۔ سُکنیا! سُندری!! تیری داستان بڑی دردناک ہے۔ ہمارا دل پگھل گیا ہے۔ تیرا یہ حسن و جمال اور یہ سن! اُمنگوں اور بہاروں کے دن جنگلوں کی خاک چھاننے اور داستا کا رنج اُٹھانے یوگیہ نہیں، ہمیں تجھ سے ہمدردی ہی نہیں۔ بلکہ محبت بھی ہے۔ چل ہمارے ساتھ دُور۔ دُکھوں، نراشاؤں کے اس سنسار سے اُس پار! جہاں بہار بے خزاں ہے۔ آنند بے بیاں ہے! جہاں دُکھ کا نام نہیں، رنج کا کام نہیں۔ جہاں پریم ہے، راحت ہے اور ہے شادکامی"!

اشونی کماروں نے مہرشی چیون پر سخت حرف گیری کرتے ہوئے سُکنیا کو اس قسم کی باتوں سے بہکایا، ورغلایا ہُوا۔ باندھی، سبز باغ دکھایا، مگر ہاتھ کچھ نہ آیا۔ اس رشکِ مہتاب، عصمت مآب دیوی نے اس جرأت کے ساتھ اُنہیں دھتکارا، پھٹکارا کہ چھکے چھڑا دیئے۔ تھک کر اُنہوں نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔ "دیوی! یہ تیرا امتحان تھا۔ واستو میں ہمیں تجھے ورغلانے سے کوئی سروکار نہیں، بہکانا در کنار نہیں۔ ہم تیرے پتی برت، دھرم کے اٹل وشواس سے بہت پرسن ہوئے ہیں، آنند میں مگن ہوئے ہیں۔ جا اپنے پتی کو یہاں بُلا لا۔ ہم اپنی دیوک چکتسا سے اُسے پھر سے نوجوان بنا دیں گے۔ نئی زندگی کا جامہ پہنا دیں گے"!

سُکنیا خوشی خوشی اپنی کُٹیا پر آئی، اور اپنے پتی دیو کو ساری داستان سُنائی۔ اس کے بعد دونوں اس جگہ ندی کے کنارے پر آ گئے۔ اشونی کمار چیون رشی کو ساتھ لے کر ندی میں نہانے اُترے۔ ایک ساتھ پانی

میں غوطہ لگایا۔ چند منٹ بعد جب وہ پانی سے باہر نکلے۔ سُکنیا نے تینوں کو رنگ رُوپ، شکل و شباہت، وضع قطع، قد و قامت میں بالکل مشابہ پایا۔ وہ طلسم حیرت میں مُبتلا ہوگئی، اور اس کا دل بہت گھبرایا۔ دیکھنے میں تینوں ہی اشونی کمار کہ تمیز کرنا سخت دُشوار۔ اس میں سے ایک اشونی کمار نے سُکنیا کو مخاطب کرکے کہا ـــــ "دیوی! ہم تینوں میں سے جس کا ہاتھ تم پکڑ لوگی، وُہی تمہارا پتی ہوگا۔"

سُکنیا نے جگدمبا پاربتی جی کا آواہن کیا۔ اُنہیں اپنے باطن میں آسن دیا۔ یہ اس کے لئے دُوسرا کڑا امتحان تھا۔ سُکنیا کی نگاہیں جو ہمیشہ ظاہریت کے بوقلمونی پردہ کو چاک کرکے حقیقت کے نظارہ سے کامیاب رہنے کی عادی تھیں، نگاہیں جو مایا کی گمراہ کُن نیرنگیوں سے بالاتر اٹل صداقت سے شناسا تھیں۔ آخرش صداقت جان گئیں۔ گوہر مقصود پہچان گئیں۔ اُس نے تینوں نوجوانوں میں سے اسی کا ہاتھ پکڑا، جو حقیقتاً اس کا پتی تھا۔ مہرشی چیون۔

اشونی کماروں نے سُکنیا کو پرنام کیا "ماتا! تم دھنیہ ہو۔ تمہارا پتی برت دھرم اٹل ہے۔ کرپا کرکے ہمارا بھی ایک کام کرو۔ ابھی تک ہم دیوتاؤں کے درجہ سے محروم ہیں۔ اس لئے ایسی تدبیر کرو، کہ ہم دیوتاؤں کی شرینی میں شمار ہوا کریں اور ہمیں بھی وُہی رُتبہ نصیب ہو۔"

سُکنیا نے خوش ہوکر اس بات کا وعدہ دے دیا۔ اُس وقت فضائے بسیط "پتی برت دھرم کی جے" کے نعروں سے گونج اُٹھی۔ آسماں سے دیوتا اپنے پُشپ وِمانوں میں بیٹھے ہُوئے "سُکنیا" پر پھولوں کی ورشا کرنے لگے۔

کچھ عرصہ بعد......

ایک دن ـــــ اسی تپوبن میں......

مہاراجہ شریاتی سیر و تفریح کے لئے آ نکلے۔ اتفاقاً یا ارادتاً گھومتے پھرتے مہرشی چیون کے آشرم پر پہنچ گئے۔ انہیں وہاں ضعیف العمر رشی تو کہیں نظر نہ آئے۔ مگر ایک خوبصورت نوجوان کو سُکنیا کے پاس پایا۔ پھر کیا تھا۔ جوشِ غیرت سے اُن کا خُون کھول اُٹھا۔ شمشیر تیز دم کھینچ لی، اور سُکنیا کی طرف لپکے۔ قریب ہی تھا کہ اس عصمت شعار دیوی ان کی اپنی ہی پیاری پُتری کا سر ایک ہی وار میں تن سے جُدا ہوکر گیند کی طرح فرش پر لڑھکتا نظر آتا۔ اس کا آغشتہ بخوں دھڑ تڑپ تڑپ کر ہمیشہ کے لئے ٹھنڈا ہو جاتا۔ اور مہاراجہ شریاتی کا دامن خونِ ناحق کی امٹ چھینٹوں سے قیامت تک سند عصیاں بنا رہتا۔ مگر عین اُسی وقت مہاراجہ شریاتی کی آنکھوں کے سامنے بجلی سی کوند گئی۔ ہاتھ وہیں کا وہیں رُک گیا۔ جیسے کسی نے ان کی رگ و پے کو بے سکت کر دیا ہو، اُنہوں نے دیکھا۔ ستی سُکنیا کے سر پر ساکشات جگت جننی دُرگا بھوانی اپنے چتر بھج۔ تیج پُنج رُوپ سے سایہ کناں ہے۔ مشعل کی طرح لال لال آنکھوں والے ہیبت ناک سنگھ پر سوار ہاتھوں میں دھارن کئے ہُوئے گدا، چکر، پاش اور ترشول تیز دھار۔ چہرہ پر قیامت خیز رُعب و جلال مہاراجہ

شریاتی اس دہشت انگیز نظارہ کی تاب نہ لا سکے۔ تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ جسم تھر تھر کانپنے لگا۔ چند لمحہ ان پر حواس باختگی سی طاری رہی اور دنیا و مافیہا سے بالکل بے خبر رہے۔ جب ذرا ہوش سنبھلا، تو وہ خوفناک نظارہ غائب تھا اور ان کی پتری سامنے کھڑی مسکرا سی رہی تھی، اور نوجوان مہرشی چیون نے ان کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔

ستی سکنیا نے پتاجی کو بڑے سمان سے بٹھایا اور بعد ازاں نہایت اطمینان کے ساتھ مہرشی چیون کے اشونی کماروں کی دیوی چکتسا یعنی کایا کلپ سے پھر نوجوان ہونے کا سارا قصہ سنایا۔ بھید بتایا۔ مہرشی چیون نے سکنیا کی تائید کرتے ہوئے اس کے پتی بھرت دھرم، پربھو پرایئتا اور ایثار کی بے حد تعریف کی۔ کہ اپنے پھر سے جوان ہو جانے کی وجہ سکنیا کی اٹل بھگتی اور وشواس کو قرار دیا۔

مہاراجہ شریاتی یہ داستانِ خوش انجام سُن کر بہت خوش ہوئے، اور ایک مافوق البشر بیٹی کے باپ ہونے کے فخر سے پھولے نہ سمائے۔

(۳)

تپوبن سے لوٹ کر......

مہاراجہ شریاتی نے ایک عظیم الشان یگیہ کا اہتمام کیا۔ نہایت شاندار اور وسیع یگیہ منڈپ تعمیر کرایا۔ اُسے جاذبِ نظر خوش اسلوبی اور قابلِ دید قرینے سے آراستہ پیراستہ کیا گیا۔ ہر ایک چیز جواہرات سے مزین۔ ذرہ ذرہ آب زریں میں ڈھلا ہوا۔ تزک و احتشام کی بجلی ہر طرف کوند رہی تھی۔ یہ دربارِ دربار ایک چھوٹی سی جنت ہی نظر آتا تھا۔ دامانِ نگاہ جلوؤں سے بھرا جاتا تھا۔ اندر پوری سے تمام دیوتا یہاں پدھارے ہوئے تھے، اور اپنے اپنے مخصوص پوجا کے آسنوں پر جلوہ افروز تھے۔ مہرشی چیون اور دیوی سکنیا کی پُر زور خواہش کے مدِنظر اشونی کماروں کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ مہاراجہ شریاتی کو دیوتاؤں کے خوف سے اس بات کے لئے آمادہ تو نہ تھے۔ مگر سکنیا دیوی کی زبردست خواہش کو ملحوظِ خاطر رکھنا بھی ضروری تھا۔ اس لئے اشونی کماروں کو بھی دیوتاؤں کے برابر استھان دیا گیا تھا۔

سب انتظامات مکمل ہو چکے تھے۔ یگیہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ وید منتروں کا اُچارن ہونے لگا۔ دیوراج اندر نے دیوتاؤں کی سبھا پر سرسری نظر ڈالی اور دیکھا۔ اشونی کمار بھی بڑی شان و شوکت کے ساتھ دیوتاؤں کے پہلو بہ پہلو پوجا کے آسنوں پر فروکش ہیں۔ یہ اسے کب گوارا تھا کہ اشونی کمار جو بحیثیت منصب دیوتاؤں کی ہمسری کے اہل نہیں۔ اُن کو دیوتاؤں کے برابر پوجا کا آسن دیا جائے۔ دیوراج اندر کو اپنی دوبیہ درشٹی سے معلوم ہو گیا کہ اشونی کماروں کو دیوتاؤں کے برابر آسن دینے کی جرأت صرف سکنیا ہی کے ایما پر کی گئی ہے۔ اس لئے دیوتاؤں کے نزدیک اس توہین آمیز کارروائی کی سزا کی وہ مستوجب ہے۔ پھر کیا تھا اندر کے سینے پر ایک سانپ سا لوٹنے لگا۔ آتشِ انتقام بھڑک اٹھی۔ انتہائی جوش و غضب

آنکھوں سے شرارے برسنے لگے۔ اُس نے سُکنیا کے سُہاگ کے پُر بہار گلشن کو برق قہر کی نذر کر کے اُسے تارِ زیست ہوگی کی جانکاہ مُصیبتوں میں مُبتلا کرنے کی ٹھان لی۔ اُس نے اپنا بجر (اسلحۂ بے خطا) تان لیا، اور مہرشی چیون کو نشانہ بنا کر چھوڑ دیا۔ اِس شستر میں سے صد ہا بجلیاں تڑپ اُٹھیں۔ اور اس میں سے خوفناک آگ کی قیامت خیز لپٹیں نکلنے لگیں۔ بزمِ طرب یگیہ منڈپ کا رنگ دم زدن میں دِگرگوں ہو گیا۔ بھگ دوڑ سی پڑ گئی۔ کُہرام مچ گیا۔ پرلے کا نقشہ پیشِ نظر گھومنے لگا۔ مگر صرف ایک دو ہی لمحے اور اُس کے بعد حاضرین تمام خاص و عام نے دیکھا، اور دیکھ کر تصویرِ حیرت بن گئے۔ کیا؟ "ستی سُکنیا اپنے پتی دیو کے سامنے بڑے استقلال اور تحمل مزاجی سے کھڑی ہے۔ دیوراج اِندر کے شعلہ ریز و قیامت خیز بجر کو راہ ہی میں اپنے کومل نازک و صبیح ہاتھوں پر لے رکھا ہے۔ مگر اُس بجر سے بجائے بجلی اور شعلوں کے پھُولوں کی جھڑی لگ رہی ہے، اور نور ہتیں برس رہی ہیں۔ رِشی پتنی کے پتی پریم اور ستی دھرم کی مہما تینوں لوک میں گونج رہی ہے۔"

"اوم" پریمیوں کے تعریفی خطوط

از مینا نگر۔ ۲۳ فروری ۱۹۷۷

کرم فرمائےِ من نندہ جی۔ جے سچدانند۔ آپ کا ارسال کردہ رسالہ "اوم" کا سالنامہ "بھکتی انک" موصول ہوا۔ اِس کا ایک ایک لفظ شمعِ ہدایت، نورِ وحدت، راحتِ جہاں، تسکینِ قلب، سرور و سکون کا کام دیتا ہے۔ میرا یہ یقین ہے کہ یہ سالنامہ بھگتوں کے لئے چشمۂ آبِ حیات، غم زدوں کے لئے راہِ نجات اور بھٹکتے ہوئے نوجوانوں کے لئے درسِ اخلاقیات کا بہترین مرقع ہے۔ ایسی نادر و نایاب اور لاجواب کتاب کا کم از کم ایک نسخہ ہر گھر، ہر سکول، ہر کالج اور ہر لائبریری میں ہونا نہایت ضروری ہے۔ سچ مچ آپ دیش کی گرانقدر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ گیان بھگتی پریم اور اخلاق کے اس مجموعہ (سالنامہ) کے لئے دِلی مُبارکباد نذر کرتا ہوں۔

———— ہری چند خوشدل ایم۔ اے

از رنجیت نگر۔ نئی دلی

پیارے آتما شری برہمانند جی!

جے سچدانند۔ "اوم" کا سالنامہ ۱۹۷۷ء ایک ایسے سدا بہار چمنستان کی پھُلواڑی ہے۔ جس کے ہر پھُول کی مہک دل و دماغ کو تر و تازگی و شگفتگی بخش کر مُعطر کر دیتی ہے۔ "بھگتی انک" میں جہاں بھگتی کے متعلق سبق آموز و دلآویز اور نہایت مؤثر مضامین شائع کیے گئے۔ وہاں ویدانت جیسے دقیق فلسفہ پر منظوم و غیر منظوم مضامین میں بطریقِ احسن روشنی ڈالی گئی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ بھگتی اور ویدانت کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یہ ایک دوسرے کے ممد و معاون ہیں۔ "اوم" کی بے پایاں مقبولیت کے متعلق بلا خوفِ تردید اتنا کہا جا سکتا ہے کہ تمام دیش بھر میں اُردو میں روحانیت کے بلند ترین خیالات کے پرچار کرنے میں اپنا ثانی آپ ہی ہے۔ میں آپ کو اس کامیاب سالنامہ کے تیار کرنے کے لئے دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

(آپ کا اپنا آپ۔ بخشی چند گرودور شاہد۔ نئی دلی)

رازداں گو میں نہیں یا رب تیرا بندہ تو ہوں

پنڈت نریندر ناتھ شرما نریندر۔ ریٹائرڈ سب انسپکٹر پولیس

جب خودی کا سر سے ہو کافور سودا و جنوں
تب خدا کے سامنے بندے کو سمجھو سرنگوں

ایک مستانہ نظر سے خود سے بیگانہ کیا
تیرے قرباں میں سحر انگیز مئے چشم فسوں

کہہ سکے احوال تیرا کچھ زباں ممکن نہیں
ایں خیال است و محال است و جنوں!

کائنات دہر کو کرتا ہے ہر سُو سے محیط
تجھ سے بہکے ہر دو عالم پھر بھی تو ہے جوں کا تُوں

وسعتیں پھیلا کے اپنی خود گیا اُن میں سما
کیا بسیطِ بیکراں میں اندروں اور کیا بروں

علم قاصر ہے الٰہی۔ دفترِ حکمت خموش
حرفِ خاموشی بیاں تیرا ہے گر سچ سچ کہوں

تُو حقیقت ہے جہاں کی سب مناظر ہیں سراب
حاصلِ خوابِ رواں کیا ہے جو پچ پچ کر مروں

مضطرب ہو کر ازل میں آیا یاں ہوں بیقرار
ہے مقدّر میں رہوں میں حشر تک یوں بے سکوں

موت سے تسکین حاصل ہو۔ خیالِ خام ہے
راہ بدلی زندگی کی۔ موت ہے اس کا شگوں

گوشۂ دامانِ رحمت میں کوئی جا دے مجھے
رازداں گو میں نہیں یا رب تیرا بندہ تو ہوں

ہو گیا احساس جس کو کہہ اٹھا وہ تب نریندر
میں جدا حق سے نہیں ہوں جستجو کس کی کروں

مہرشی پاتنجلی کا

اشٹانگ یوگ (مسلسل)

مترجم منشی سورج نرائن مہر

دوسری فصل

پرتیاہار کی ماہیت

اُوپر اندریوں کے گیان کے متعلق جو بحث دی گئی ہے، وہ دانستہ دی گئی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ مَن کی چنچلتا اشیاء کا علم ہے، جو سمادھی کا خارج ہوتا ہے۔ اندریاں بشیوں کا گیان اندر لاتی ہیں۔ من ان میں سے بعض میں رغبت کرتا ہے، بعض سے نفرت کرتا ہے۔ یہ دونوں وہ بیج ہیں جن سے تعلقات دنیوی کا بڑا بھاری درخت نشو و نما پاتا ہے، اور آخر ایسا استوار ہو جاتا ہے کہ اُسے جڑ سے اُکھاڑنا امر محال بن جاتا ہے۔ شریمد بھگوت گیتا کے دو شلوکوں میں یہ مضمون اس طرح بیان ہُوا ہے، گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ مَیں انہیں اپنی کتاب نغمۂ رحمانی مشرح سے یہاں نقل کرتا ہوں، اور ان کی تشریح بھی دیتا ہوں۔ گو یہ میری کتابوں میں جگہ جگہ نقل ہُوئے ہیں۔ مگر ایسے نتیجہ خیز ہیں کہ طبیعت مانتی نہیں۔

لیتے ہیں دل میں لذّتوں کا جو مزا ✽ لذّات سے ہوتا ہے تعلق پیدا
ہوتی ہے تعلق سے ہویدا خواہش ✽ خواہش سے ہُوا کرتا ہے پیدا غصّہ

غصّے سے ہُوا کرتا ہے غفلت کا ظہور ✽ غفلت سے حافظے میں آتا ہے قصُور
ہوتا ہے اس قصُور سے عقل کا ناس ✽ ہے عقل کا ناس ناس اِنسان کا ضرور

اندریاں بشیوں کا گیان اندر لائے گی تو جو بشے خوشگوار معلوم ہوگا۔ مثلاً سُریلی آواز، نرم و گرم مس اچھی صُورت، اچھا ذائقہ، اچھی بُو یا ان کے مجموعے والی چیزیں۔ ظاہر ہے کہ من کو اُن کی طرف کشش ہوگی۔ اور بار بار اسی طرح اُن کا خیال آئے گا۔ جس طرح کوئی جسمانی عادت ہو جائے تو بار بار بے ساختہ و نادانستہ اعضاء سے عمل میں آتی ہے۔ یہ دِل ہی دِل میں لذّتوں کے مزا لینے کے معنی ہیں، اور جب اس طرح بار بار بشیوں کے خیالات نے دل میں کاوش پیدا کی۔ تو ظاہر ہے کہ اُن سے تعلق پیدا ہو گیا۔ یہی تعلق استوار ہو کر اس خواہش کی صُورت اختیار کرے گا، کہ فلاں چیزیں ہمیں مل جائیں۔ چونکہ ہر خواہش کا پُورا ہونا

امر محال ہے۔ اس واسطے جب خواہش پُوری نہ ہوگی، یعنی وہ چیزیں نہیں ملیں گی، تو رہ رہ کر غصہ آئے گا۔ غصہ غفلت یا موہ کا باعث ہُوا کرتا ہے، نہ اس میں بزرگوں کا ادب رہتا ہے نہ برابر والوں سے محبت۔ نہ خُردوں پر شفقت۔ غُصّے میں ایسے کام سرزد ہو جاتے ہیں۔ جن سے آدمی بعد میں نہایت شرمندہ ہُوا کرتا اور پچھتاتا رہتا ہے۔ پس غُصّے کی حالت سخت موہ یا غفلت کی حالت ہے جس میں حافظہ جاتا رہتا ہے اور آدمی کو کچھ نہیں سُوجھتا۔ کہ میں کیا نا ملائم بات کہتا ہُوں، یا کیا ناشائستہ حرکت کرتا ہُوں۔ جب حافظہ نہ رہا، تو عقل یعنی قوت تحلیل و ترکیب۔ تجرید و مُقابلہ وغیرہ وغیرہ اپنا عمل نہیں کر سکتی۔ کیونکہ عقل کا عمل اُن کیفیات نفس پر ہوتا ہے جو حافظہ سامنے لا کر پیش کرتا ہے۔ حافظہ کام نہ دے گا۔ اور غصے یا اور کسی پُرزور جذبے کے زور سے دب جائے گا۔ تو یُوں سمجھو، کہ عقل کا ناس ہو گیا تو آدمی آدمی نہیں رہا، بلکہ جانور رہا۔ یہ آدمی کا ناس نہیں تو اور کیا ہے جس سے وُہ شُدھ گیان سُروپ پُرش یعنی موکش کے درجے سے گر کر حیوانیت میں آ گیا۔

اس بتدریج ترقی کرنے والے سلسلے کی تہ میں جس نے آدمی کو حیوانیت کے احاطے میں لا ڈالا ہے۔ وُہی وِشیوں کا گیان ہے، جو اندریاں اندر لا کر من کے سامنے پیش کیا کرتی ہیں۔ اس سے معلُوم ہوتا ہے۔ کہ اندریاں کیسی زبردست طاقتیں ہیں۔ یہ اپنے ساتھ من کو اس طرح کھینچ کر لے جاتی ہیں جس طرح طُوفانی ہوا سمندر میں جہاز کو جدھر چاہے اپنے زور سے کھینچ کر لے جاتی ہے۔ بھگوان کرشن شریمد بھگوت گیتا میں فرماتے ہیں۔

دانا ضبط حواس میں گو ساعی ٭ رہتا ہے لیک اُن میں طاقت ہے بڑی
لے جاتے ہیں کھینچ کر زبردستی سے ٭ من کو جس جس جگہ ہو اُن کی مرضی

لذّات پہ یہ حواس جب جاتے ہیں ٭ تو کھینچ کے ساتھ من کو بھی لاتے ہیں
من عقل کو یُوں کھینچتا ہے جیسے جہاز ٭ طُوفان سے بحر میں کھنچے آتے ہیں

پس اگر من کی چنچلتا دُور کر کے شانتی بہم پہنچانی ہے، تو اندریوں کی روک تھام ضروری ہے۔ ورنہ حسب عادت دوڑ دوڑ کر وشیوں کی طرف جائیں اور من کو اپنے ساتھ کھینچیں گی۔ تم پُوچھو گے اس کا طریقہ کیا۔ وہی دُو طریقے جو ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں۔ یعنی بیراگ اور ابھیاس۔

ان میں بیراگ گیان کا رستہ ہے۔ اس میں اپنے آپ کو ساکشی رُوپ یعنی محض ناظر سمجھا جاتا ہے اور دنیا کو ایک تماشہ یا خواب جو دمبدم تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ ناپائیدار چیزوں میں جو دمبدم بدلتی رہتی ہیں، اور ایک حال پر کبھی قائم نہیں رہتیں، کیا دلبستگی کرنی، عالم بیداری کے تمام نقشے خواب کے نقشوں کی طرح تبدیلی پذیر ہیں۔ زن و فرزند، ماں باپ، بھائی بہن، عزیز و اقارب، یار دوست اور صحت و طاقت، مال و دولت، گھر زمین، نام و شہرت، جاہ و حشمت، عزت و ثروت نہ کبھی ہمیشہ کسی کے ہوئے نہ ہوں گے۔ خواب کی سی صُورتیں ہیں۔

کہ ابھی نظر آتے ہیں، ابھی نظر نہیں آتے۔ نظارہ بدلا اور نظر سے غائب ہوئے۔ جو شخص اس نظر سے نہیں دیکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اُسے وِشیوں میں رغبت یا نفرت نہیں ہو سکتی۔ اِندریاں وِشیوں کا گیان اندر لایا کریں وہ اِس سے مضطرب نہیں ہوگا۔ وجہ یہ کہ ناپائیدار تماشہ سمجھ کر رغبت و نفرت کے دام میں نہیں آئے گا، اور اس کا من چنچل نہیں ہونے پائے گا۔ اسے اچھی شے مل گئی تو واہ واہ ہے، بُری مل گئی تو واہ واہ ہے۔ اصطلاح ویدانت میں ایسے شخص کو ستھت پرگیہ یعنی قائم العقل یا جیون مُکت کہتے ہیں۔ اِسی کی نسبت بھگوان کرشن گیتا میں فرماتے ہیں۔ سے

جیسے کچھوا سُکیڑ لے سب اعضا ؛ یہ بھی اپنے حواس از سرتا پا
لذّات سے جب سُکیڑ لے ویسے ہی ؛ کہنا ہے اس کو قائم العقل بجا

جس شخص کے لذّات پہ جائیں تو جہاں ؛ پر آنے نہ پائے رغبت و نفرت پاس
ہے نفس کُش اور حواس پر قادر وہ ؛ پاتا ہے صفائے قلب بے خوف و ہراس

اِس واسطے اے دلیر ارجن جس نے ؛ لذّات سے ہیں حواس اپنے روکے
ہے وہ ہی شخص قائم العقل یہاں ؛ یہ بات بہت بڑی ہے گر تو سمجھے

اہلِ دُنیا کی جو ہے شب اے ہُشیار ؛ اُس میں رہتا ہے نفس کُش ہی بیدار
اور جس میں جاگتی ہے ساری دُنیا ؛ وہ عارف نفس کُش کی ہے بس شب تار

یہ گیانیوں کا رستہ ہے، مگر کٹھن رستہ ہے۔ اس پر بِرلے ہی چلتے ہیں۔ نفس کی یہ حالت بہم پہنچانی، کہ اِندریاں کھُلی رہیں وِشیوں کا گیان اندر آتا رہے، مگر من اس سے متاثر نہ ہو، اور کھُلی سمادھی لگی رہے، ہر شخص کا کام نہیں۔ یہ حالت اُس وقت ہوتی ہے، جب آدمی آتما میں مگن اور سرمست رہے اور دُنیا و مافیہا اس کے واسطے کوئی چیز نہ ہو۔ اِس واسطے اس راہِ دشوار گزار کو چھوڑ کر کوئی آسان اور دلچسپ راستہ اور تلاش کرنا چاہیئے۔ یہ پرتیاہار کا ابھیاس ہے۔ جس میں اِندریوں کو تبدیل کرکے من کی صُورت میں لا ڈالتے ہیں۔ آنکھیں کھُلی رہتی ہیں، اور چیز نظر نہیں آتی۔ کان کھُلے رہتے ہیں اور آواز سُنائی نہیں دیتی۔ یہاں اِندریاں اپنا عمل کرتے ہُوئے اور وِشیوں کا گیان اندر لاتے ہُوئے بھی پریشانی کا باعث ثابت نہیں ہوتیں۔ اِس ابھیاس کا نام پرتیاہار ہے۔ اور یہ اشٹانگ یوگ کا پانچواں انگ کہلاتا ہے۔

تم پُوچھو گے کہ آیا یہ ممکن بھی ہے کہ اِندریاں کھُلی رہیں۔ وِشیوں کا گیان اندر آتا رہے۔ اور من اِس سے

مضطرب اور چنچل نہ ہو۔ بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ کھُلے کان میں آواز نہ آئے اور کھُلی آنکھ صُورت نہ دیکھے۔ میرا جواب ہے کہ ممکن کیوں نہیں۔ روزمرہ خود تمہارے ہی تجربے میں یہ بات آتی رہتی ہے۔ دیکھو بسا اوقات ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ تم کوئی دلچسپ کتاب پڑھ رہے ہو۔ گانے کے میٹھے سُر سُن رہے ہو۔ کسی شخص سے کسی ضروری امر میں باتیں کر رہے ہو۔ شطرنج یا چوسر کھیل رہے ہو، یا کسی دلچسپ مشغلے میں مشغول ہو۔ اس حالت میں توپ چھُوٹتی ہے۔ تو تم اُسے سُنتے نہیں، اور پاس سے کوئی گزر جاتا ہے یا پاس کوئی آ بیٹھتا ہے، تو کھُلی آنکھیں ہونے کے باوجود بھی اُسے دیکھتے نہیں۔ یہاں کیا کھُلے کان سے آواز اندر نہیں گئی، یا کھُلی آنکھوں نے صورت نہیں دیکھی نہیں۔ آواز بھی اِندریاں اندر لے گئیں، اور صُورت بھی۔ مگر چونکہ تمہاری توجہ اور بات میں لگی ہُوئی تھی۔ اس واسطے من ادھر متوجہ نہیں ہُوا۔ اسی واسطے نہ آواز سُننے میں آئی ہے، نہ صُورت دیکھنے میں۔

یہاں جو عمل ہُوا ہے، وہ یہ ہے کہ اندریاں بے شک بیرونی اثر سے مُتاثر ہُوئی ہیں۔ مگر یہ اثر من تک تو پہنچا نہیں ہے۔ اور اگر اس نے من کے مادّے کو حرکت دی بھی ہے تو وہ ایسی خفیف و کمزور ہے کہ معمولی حالت میں جس طرح علم ہوتا ہے، اُس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔ دونوں صُورتوں میں یُوں سمجھ لو، کہ گویا اندریوں کا عمل ہُوا ہی نہیں۔ اندریاں گویا اندریاں رہی ہی نہیں، بلکہ من کی صُورت میں تبدیل ہو گئیں۔ جو ان کی علّت مادی یعنی اُپادان کارن ہے۔ یہی اندریوں کا من کی صُورت میں تبدیل ہونا یوگ شاستر میں پرتیاہار کہلاتا ہے۔

اب تم پُوچھو گے کہ پرتیاہار کے ابھیاس کرنے اور اس حالت کے ہم پہنچانے کا طریقہ کیا ہے۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ وُہی پرانایام جو اُوپر بتائی گئی ہے۔ پرانایام دل لگا کر کرو گے، تو توجہ سانسوں کی طرف رہے گی۔ اِدھر اُدھر مُنتشر نہیں ہونے پائے گی۔ رفتہ رفتہ تمہاری یہ حالت ہو جائے گی، کہ کوئی آواز ہو، تو تم اُسے سُنو گے نہیں اور کوئی سامنے آئے، تو اُسے دیکھو گے نہیں۔ اب تم سمجھ سکتے ہو، کہ پہلے جو یہ اصول بتایا گیا تھا کہ پرانایام پرتیاہار میں مدد دیتی ہے۔ اس کے کیا معنی ہیں۔ پرانایام توجہ کے قائم کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ اسی طرح اور ابھیاس اور اور طریقے بھی ہیں۔ جن کی تفصیل ہم دھیان کے مضمون میں دیں گے۔ یہاں صرف اتنی بات یاد رکھو، کہ تم پرانایام کرتے ہو، یا اور کسی شے پر دھیان جماتے ہو، تو ہمیشہ اس یکسُوئی اور طاقت و زور کے ساتھ دھیان دو، کہ پرتیاہار کی حالت بہم پہنچائی جائے۔

اس کا پہلا قدم یہ ہے کہ جب پڑھنے بیٹھو، دفتر میں لکھنے بیٹھو، یا کسی کام میں مصروف و مشغول ہو، تو تمہاری یہ مصرُوفیت ایسی ہونی چاہیئے کہ اور کسی بات کا خیال طبیعت میں اُٹھنے نہ پائے، بلکہ جو کام اس وقت کر رہے ہو، محض اُسی میں ہمہ تن مصرُوف رہو۔ یہ پہلا مرحلہ مشق و مزاولت سے طے ہو گیا، تو دھیان جمانے کا جو ابھیاس کرنا شرُوع کرو گے، اُس میں جلد تر رُوئے کامیابی نظر آئے گا۔ اور پرتیاہار کی حالت آسانی سے بہم پہنچنے لگے گی ؎

(باقی پھر)

قطعات

از قلم شری لکشمی چند گروور۔ شاہدؔ

۱۔ مرگ و زیست

مرتا ہوں۔ زیست پہ مَیں مرتا ہوں
ڈرتا ہوں موت سے مَیں ڈرتا ہوں
ہوں رازِ مرگ و زیست سے نابلد
جینا ہے یہ بہ نفس نفس میں جرتا ہوں

۲۔ مئے معرفت

مئے گلگوں آج پلا دے ساقی
یکدم یوں آج لٹا دے ساقی
خم کے خم ہیں تیرے میخانے میں
چرا و چوں آج مٹا دے ساقی

۳۔ بارگاہ حادی

درِ بارگاہ تیری پہ مَیں صدقے
خراوانی ہی تالیاں فراوانی ہے
رنج بے مائیگی ہوا بس مفقود۔!
شادمانی ہی شاہدؔ شادمانی ہے

۴۔ وسعتِ غم

بس ایک ہی غم ہو تو مَیں اکتفا کروں
غمِ امروز میں مفت غمِ فردا کروں!
غمِ شاہدؔ کب تھا کم نہ ننھی جاں کے لئے
گہوارۂ غمِ دہر میں بھی اب جیا کروں

۵۔ بخششِ غم

صد شکر تحفۂ غم و آلامِ بلا
یہ فیض و کرم شارعِ عام بلا
بجا ہے شاہدؔ سمجھ ناز میرا
مجھے زینۂ عرش و بامِ بلا

بھگت شریدھر

شری جگن ناتھ شرما پربھاکر

(۱)

نمائی پنڈت گوڑ دیش (بنگال) میں گنگا کنارے مشہور پراچین نگر نو دیپ میں رہا کرتا تھا۔ کھاتے پیتے براہمن گھرانے کا چشم و چراغ تھا۔ رنگ کا نہائت گورا تھا۔ لوگ اُسے گورانگ بھی کہتے تھے۔ لیکن ماتا نے نام رکھا تھا وشومبھر۔ وہ نوجوان تھا۔ بلا کا خوبصورت، آفت کا پرکالہ، طبیعت میں قیامت کی شوخی، چہرے پر رُعب داب کا یہ عالم کہ نگر بھر کے پنڈت اُس کے سامنے دم نہیں مارا کرتے تھے۔ لیکن تھا وہ عجیب قسم کا زندہ دِل شخص۔ جہاں بیٹھتا محفل جم جاتی، جدھر سے گزرتا رونق کا عالم بپا ہو جاتا۔ وِدیارتھیوں کا جمگھٹا ہمیشہ اُس کے ساتھ رہتا۔ وِدیارتھی فطرتاً نٹ کھٹ ہوتے ہی ہیں، لیکن نمائی پنڈت سے اُدھیاپک کی شوخ مزاجی ان کی طبیعت کے لئے سونے پر سُہاگہ کا کام کر گئی تھی۔ غرضیکہ نمائی پنڈت اور اُس کے وِدیارتھی چھیلے نگر بھر کی زندگی کے محور تھے۔ لیکن شریدھر بے چارہ نردھن بُوڑھا براہمن تھا۔ گنگا کے کنارے روز پتّے دُونے بیچا کرتا۔ چار چھ پیسے کی بِکری ہو جاتی، جو کچھ بچتا۔ اس میں سے آدھے پیسوں کے پھل پھول وغیرہ لے کر بھگوان کے نام پر گنگا کی بھینٹ کر دیتا۔ باقی پیسوں سے چنا چبینا خرید کر اس سے پیٹ بھر لیتا۔ وہ اِتنا غریب تھا کہ گھر بھات راندھنے کے لئے پھوٹی ہنڈیا تک مُیسّر نہ تھی۔ گھر بھی کہاں تھا؟ دو گز زمین پر گھاس پھوس کی جھونپڑی کھڑی کر رکھی تھی، جو ذراسی تیز ہَوا کے جھونکے سے کانپ جایا کرتی تھی۔ دُونے پتّے بیچ آنے کے بعد رات بسر کرنے کے واسطے یہ محض نام ہی کو اس کا گھر تھا، ورنہ وہاں اُس نے رکھا ہی کیا تھا؟ پھٹی پُرانی گودڑی، مَیلی کچیلی دھوتی لنگوٹی، کیلے کے پتّے کاٹنے کی درانتی، چُھری، لوہے کا ٹوٹا پھوٹا ایک لوٹا، ایک جوڑا کرتالوں کا اور بس —— اُس کی یہ جھونپڑی اسی نودیپ کے ایک کونے میں تھی۔ امیر طبقہ کے خوبصورت اُونچے مکانوں سے بالکل الگ تھلگ۔ لیکن اُسے اِسی ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی میں جو آنند ملا کرتا یقیناً اُس کا عشر عشیر بھی عظیم الشان محلّوں میں رہنے والوں کو حاصل نہیں تھا۔ رات جب چاروں طرف سنّاٹا چھا جاتا۔ لوگ سوپن سنسار میں کھو گئے ہوتے، اور آسمان پر تارے جھلمل جھلمل کیا کرتے، وہ ہاتھ میں کرتالیں لے لیتا، اُونچی اُونچی آواز سے ہری نام کے گیت گاتا بجاتا۔ ناچ اُٹھتا۔ آنکھوں سے پریم کا چشمہ بہہ نکلتا، اور مستی میں آکر وہ دھوم مچاتا کہ پڑوسی تنگ آجایا کرتے۔ وہ لوگ اکثر کہا کرتے —— "کمبخت کو پیٹ بھر کھانے کو ملتا نہیں، نیند کیونکر آئے۔ پیٹ کی آگ بھڑک بھڑک کر تڑپائے دیتی ہے۔ اس لئے رات بھر چیختا چلاتا

ہے اور لوگوں کی نیند حرام کرتا ہے۔"

کوئی کہتا —— "گلا گھونٹ دو بدمعاش کا" —— "آگ لگا دو، اس کی جھونپڑی کو"۔ دوسرا بولتا —— "ارے! آگ لگائے سے تو اپنے گھر بھی ساتھ ہی بھسم ہو جائیں گے۔ اس جھونپڑی کو اکھاڑ کر گنگا میں کیوں نہیں بہا دیتے، سانپ مر جائے، اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے"۔ الغرض بھانت بھانت کے لوگ بھانت بھانت کی گالیاں دیتے۔ ستاتے اور تنگ کرتے اس بیچارے کو۔ لیکن وہ تھا مست ملنگ۔

کچھ پرواہ نہیں۔ پانی چاہے سر سے گزر جائے، لیکن کیا مجال کہ ہری کیرتن کے میٹھے پرواہ میں ذرا بھی رکاوٹ آنے پائے۔ اس کے باوجود بھی شریدھر نمائی پنڈت سے بہت گھبرایا کرتا تھا۔ اس لئے کہ نمائی کا شریدھر کے ہاں سے کچھ نہ کچھ چھینا جھپٹی کر کے لے جانے کا نیم تھا، اور اس نقصان سے شریدھر کو بارہا بھگوان کی پوجا سامگری میسر آنے میں مشکل پیش آتی تھی۔ اس سے شریدھر کو بہت دکھ ہوتا تھا۔ لیکن عموماً اس کے لئے اس دکھ میں بھی آنند کی راہ نکل آیا کرتی تھی۔ نمائی کی اس چھینا جھپٹی سے اس کے ذہن میں مُرلی منوہر نٹ کھٹ کرشن کے گوپیوں کی مٹکیاں توڑ پھوڑ کر ماکھن چھین لے جانے اور گوالوں کے ساتھ مل کر کئی طرح سے اودھم مچانے کی بال لیلا کا منظر کھنچ جایا کرتا تھا۔ جس میں سے دیر تک محو ہو جانے کا لطف مل جاتا تھا۔

(۲)

نمائی پنڈت گیا جی کیا چلے گئے تو دویپ سے زندگی کی روح پرواز کر گئی۔ چاروں طرف بے رونقی کا عالم طاری ہو گیا۔ نگر کے سب لوگ اداس اداس نظر آنے لگے۔ جسے دیکھو، دن گنتا ہے کہ کب نمائی پنڈت لوٹیں گے۔ جہاں تک کہ شریدھر بھی اپنے آپ کو کھویا کھویا سا محسوس کر رہا تھا۔ کئی دنوں سے دونے لے کر اس نے جھگڑا نہیں کیا۔ وہ چبھتی ہوئی دل لگی کسی نے نہیں کی۔

آخر ایک دن نمائی پنڈت آ ہی گئے۔ آئے تو سہی، لیکن وہ پہلے نمائی پنڈت نہیں تھے۔ اب کچھ عجیب انقلاب آ گیا تھا ان میں جس کا خواب و خیال بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ ان کی وہ شوخی، وہ شرارت اور وہ ستم ظریفی جانے کہاں چلی گئی! وہ پنڈتائی کا گھمنڈ جانے کیا ہوا! اب تو وہ سوز و ساز کی ایک جیتی جاگتی تصویر بن گئے۔ آنکھوں میں ساون کی گھٹائیں امنڈے رہتی تھیں۔ چھما چھم نیر برستا رہتا تھا ہر دم۔ جو بھی سامنے آتا، اسی کے گلے لپٹ جاتے اور درد بھرے لہجہ میں رو رو کر پوچھتے —— "کہاں ہیں وہ میرے جیون آدھار؟" —— وہ سلونے کالے کاہنا مرلیا والے۔ جو بانس کی اس ننھی سی پوری میں اپنی ہر دیہ جوالا کو پھونک کر دل دل میں پریم کی اگنی لگا دیا کرتے ہیں۔ کہیں دیکھے ہیں تم نے بھائی! وہ برندا بن بہاری۔ بتاؤ کہاں ملیں گے، وہ چیت چور —— وہ میٹھی میٹھی مسکان سے بجلیاں گرا کر من، بدھی، ہنکار، سب کچھ چھین لے جانے والے چھلیا؟ کس جا چھپے بیٹھے ہیں۔ وہ چھپ چھپ ترچھے نینوں کے باڑوں سے گھائل کرنے والے؟ میرے پران اڑے جا رہے ہیں۔ ان کے بغیر میرا جینا ویرتھ ہے۔ بے فائدہ ہے، بے مزہ ہے۔ آہ! وہ جیتے جی نہیں ملیں گے کیا؟"

اتنا کہہ کر نمائی بے سُدھ ہو کر زمین پر گر پڑتے۔ ڈھول میں لوٹنے لگتے۔ سونے کی مانند دمکتا ہُوا وہ خوبصورت نازک جسم گرد آلود ہو جاتا۔ آنکھوں سے لگاتار بہتی ہوئی پریم کی گنگا سے کپڑے تک بھیگ جایا کرتے۔ بے ہوش پڑے تو پڑے رہے پہروں ہی۔ جسم کا ہوش نہیں۔ کھانے کی سُدھ نہیں۔ دن رات کا گیان نہیں۔ فقط ہر ہر سانس سے ایک ہلکی سی سُور لہری فضا میں گونج جاتے ——— آہ! کرشن، کرشن"۔

نمائی پنڈت کی اس سرگشتگی، پریم کی دیوانگی، اور بے خودی کا چرچا گلی گلی، گھر گھر چھڑ گیا۔ نمائی پنڈت دیوانے کیا ہو گئے۔ غضب ہو گیا۔ گاؤں کا گاؤں نیم پاگل نظر آنے لگا۔ بڑے بوڑھوں سے لے کر بچوں تک جسے بھی دیکھو، اُسی کی زبان پر ہر وقت نمائی پنڈت کا تذکرہ، نمائی کی باتیں اور نمائی ہی کا قصہ! اور سب کام گویا بھول سے گئے اُن کو! دل لگی باندوں اور کھلنڈرے لڑکوں کو ایک عجیب مشغلہ ہاتھ آگیا۔ کہیں سے بھی نمائی جو گذرے ان لوگوں نے چٹ سے با آواز بلند کہہ دیا ——— "ہری بول"۔ "ہری بول" پھر کیا تھا۔ نمائی کے دل پر جادو سا چل گیا۔ ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور وہ آن واحد میں بیہوش ہو کر خاک میں لوٹ گئے، ڈھول سے لت پت ہو گئے۔ آنکھوں نے دریا بہا دیا۔ ذرا دیر بعد کچھ لوگوں نے پھر پاس آکر جوگا دیا ——— "ہری بول۔ ہری بول"۔ نمائی کی بے ہوشی کا عالم ٹوٹ جاتا، اور وہ اُٹھ کر پھر کہیں دوسری طرف چل دیتے۔ جہاں کہیں بھی جاتے، اسی مشغلہ کا اعادہ ہوتا۔ سارا دن اسی طرح ان کا بغیر کچھ کھائے پیئے گذر جاتا۔

نہایت خوبصورت گورے رنگ کے ہونے کی وجہ سے نمائی اپنے گاؤں میں 'گورانگ' نام سے تو مشہور تھے ہی پہلے سے، لیکن اب 'ہری' نام سے اُن کی مستی کو ایک عجیب و غریب نسبت ہونے کے سبب انہیں لوگ "گورانگ ہری" کہنے لگ گئے۔ "گورانگ ہری" کی سادھنا دن بدن کمال حاصل کر گئی۔ اور لوگ اُن میں ساکشات "ہری" کے درشن کرنے لگے۔ یہاں تک کہ سب پرانے اور نئے بھگت 'گورانگ ہری' کے انگ سنگ رہنے میں سو بھاگیہ سمجھنے لگے۔ اُن کے ادبھت چرتر دیکھ کر وہ بھگت لوگ انہیں بھگوان ہی کا اوتار جاننے لگے۔ اور انہیں لے کر ہر روز اور اکثر ہر وقت ہی ہری کیرتن ہونے لگا۔ بھگتی رس سے بھرے نئے جیون کا ایک بے پناہ پرواہ بہہ نکلا۔ بھگت شری دھر کے کانوں میں بھی یہ بھنک پڑ گئی۔ اس کا دل بلیوں اُچھلنے لگا۔ "نمائی بڑے سُندر ہیں، اُن کے درشن سے دل مسرور ہوتا ہے، طبیعت کو آنند ملتا ہے، آنکھیں نہال ہوتی ہیں۔ پران پُھلّا ہونے لگتے ہیں"۔ ——— دل ہی دل میں یہ سوچ کر شری دھر چاہتا کہ گورانگ ہری کے درشن کروں، پُوجن کروں اور لوٹ جاؤں چرنوں میں۔ لیکن اچانک ہی اُن کی پچھلی شرارتوں دُونے وغیرہ چھین جھپٹ کر لے بھاگنے کا منظر اس کی آنکھوں میں گھوم جاتا، اور وہ ان کی اس شوخ مزاجی سے ڈر کر پاس جانے کی ہمت نہ کر سکتا۔ لہذا اُس کے من کی من ہی میں رہ جاتی۔

(۳)

شری داس پنڈت بھی پربھو کے پرم بھگت پرسدھ مہا پُرش تھے۔ یہیں نودیپ ہی میں رہتے تھے۔

گورانگ ہری کی ان پر بڑی کرپا ہوئی ۔ انہیں کے ہاں وسیع انگن میں ہی ہری کیرتن کرتے کرتے گورانگ ہری ایشور پرکاشن کرنے لگے ۔ نرناری اُن کے درشن کی خاطر ٹوٹ پڑتے ۔ کہیں تل دھرنے کی جگہ نہیں رہتی تھی ۔ یہ خبر بھی شریدھر نے سُنی اور پریم میں بیکل ہو اُٹھا ۔ اُس کا دل پکار اُٹھا ۔ "آہا ! کلجگ میں پرتھوی پر اسی دیش اور اسی نگر میں انسان کے رُوپ میں بھگوان ناٹک کرتے ہیں !"

کتنے سوبھاگیہ کی بات ہے ! ہم انہیں دیکھ سکتے ہیں ، چھُو سکتے ہیں اور کر سکتے ہیں باتیں بھی ! کیوں نہ جاکر دو پہ درشن سے آنکھیں ترپت کروں ، چھُو نہ سکوں گا ، پروا نہیں ! بول نہ پاؤں گا ، نہ سہی ۔ لیکن دُور سے دیکھ بھی نہ سکوں گا کیا ؟ مگر پھر سوچ میں پڑ جاتا ۔ "جہاں ادوتیا چاریہ اور شری واس پنڈت سے مہاپُرشوں اور مکھیا لوگوں کا جمگھٹا ہو ، وہاں مجھ ایسے نردھن ، کنگال اور دین ہین پُرش کا گذر کہاں ۔ درشن کرنے گیا تو دھکے ہی کھا کر نہ رہ جاؤں" ۔

اِس قسم کی اندرُونی کشمکش سے شریدھر بے بس ہو کر رہ جاتا ۔

ایک دن گورانگ ہری ، شری واس کے آنگن میں کیرتن کرتے کرتے بے خود ہو گئے ، اور انسانی حالتوں حرکات و سکنات کی حدود سے گذر گئے ۔ اُن کے مُکھ منڈل میں ہزار ہا بجلیوں کا تیج کھیلنے لگا ۔ وہ ٹھاکرجی کے سنگھاسن پر جا براجمان ہوئے ۔ چاروں طرف وہ نظارہ سوز نور پھیل گیا کہ ناظرین کی نگاہیں خیرہ ہو گئیں ۔ مستی بٹ رہی تھی ۔ کیف برس رہا تھا ۔ پریم کی ترنگیں محیط ہو رہی تھیں ۔ ایک امر سنگیت ، ایک انہت شبد کی دھُونی گونج رہی تھی ۔ سب کے سب بے بیان آنند میں کھو گئے ۔ کچھ پتہ نہیں رہا اپنے آپ کا ۔ دین دُنی کا ۔ دن ہے یا رات ؟ زمین ہے یا آسمان ؟ بھُولوک ہے یا بیکنٹھ ؟ ہم کون ہیں ؟ کہاں ہیں ؟ ہم ہیں بھی یا نہیں ؟ کسی کو کچھ گیان نہیں ۔ ہر ایک بھگت اپنے اُپاسیہ دیو ——— محبوب حقیقی کے جلوہ میں مٹے سے جا رہے تھے ۔ اچانک بھگوان پکار اُٹھے ——— "شریدھر ! شریدھر کے ہاں بھاگ کر گئے ، اُسے ساتھ لانے کے لیئے ۔

شریدھر بیٹھا بھگوان ہی کا کیرتن کر رہا تھا ، کہ ان آدمیوں نے اُسے جا کر کہا کہ اُسے بھگوان بلا رہے ہیں ۔ یہ سُن کر شریدھر مارے خوشی کے پاگل سا ہو گیا ——— "مجھے بلایا ہے بھگوان نے ؟ سچ کہتے ہو ۔ بھگوان ، مجھے جانتے ہیں ؟ آہا ! بھگوان بلاتے ہیں مجھے ! ——— جیو کروڑوں برس ٹھوکریں کھاتا ہے ۔ چوراسی لاکھ جُونیوں میں ہزاروں برس جپ تپ یگیہ یوگ وغیرہ کر کے بڑی مشکل سے بھی جن کے درشن بھگت نہیں کر پاتے ۔ وہ بھگوان خود مجھے بلاتے ہیں ۔ آہاہا ——— !!!" شریدھر ناچنے لگ گیا ——— جیو کو بھگوان بلاتے ہیں ؟ ایسا بھی ہوتا ہے کیا ؟ ——— اخاہ مجھے بلاتے ہیں ۔ مجھ دین ، نردھن ، کنگال ، ملین پر اُن کی یہ کرپا درشٹی ! اُن کی یہ اپار دیا ! ——— میرے بھگوان مجھے سچ مچ جانتے ہیں ! ارے جانتے ہی نہیں ۔ بلاتے ہیں ۔ ——— اپنے پاس ——— "شریدھر ان جذبات میں کھو یا گیا ——— اتنا کھویا گیا کہ بے سکت ہو گیا ۔ بیرُونی اندریاں

مشتعل جسمانی اعضاء بے حس و حرکت — اس کے تمام ہوش و حواس گم ہو گئے — اب کون چلے ؟
وہ آدمی شریدھر کو اسی بے ہوشی کی حالت ہی میں بازوؤں اور ٹانگوں سے اُٹھا کر لے چلے۔ نیز اُسے لا کر شری داس کے آنگن میں ڈال دیا۔ سب بھگت شریدھر کے چاروں طرف گھر گئے۔ بھگوان نے پھر بڑے گمبھیر شبدوں سے کہا — "آ گئے، شریدھر، پیارے۔ بڑا انتظار کرایا ہے تم نے"۔

یہ الفاظ بجلی کا اثر کر گئے شریدھر پر۔ اس کی رگ رگ میں امرت رس کا سنچار ہو گیا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ سامنے دِویہ درشن کی جھانکی کھلی تھی — میٹھی میٹھی روانی سے جمنا بھگوتی بہہ رہی تھی۔ صاف شفاف نیلگوں پانی کی لہریں مست ہو کر ساحل سے ہم آغوشیاں کر رہی ہیں۔ آس پاس پھولوں سے لدے ہوئے درخت وجد میں آ کر جھوم رہے ہیں۔ اُن پر میٹھی میٹھی رس بھری بولیاں بول رہے ہیں۔ طرح طرح کے پکشی کی سُریلی آواز گونج رہی ہے۔ بھنوروں کی ٹولیاں اس من لبھاؤ منظر کے درمیان کدمب برکش کے نیچے کھڑے ہیں۔ وہ بانکے بہاری کاہنا مُرلیا والے شیام سُندر، برکشوں کے جھومنے سے اُن پر پُشپوں کی بارش ہو رہی ہے۔ وہ مور مکٹ پہنے، گلے وجینتی مالا ڈالے، پیتامبر اور جانے کیا کیا ہیرے مکتامنی سے سج دھج کر بانسری بجا رہے ہیں۔ جس کی پیاری لے پر پتہ پتہ، ذرہ ذرہ، آکاش پاتال، تربھون، سارا برہمانڈ ناچ رہا ہے"۔

شریدھر اس جلوۂ بے بیاں کے پیش نظر سوچ ہی رہا تھا کہ وہ کیسے اور کہاں آ گیا ہے۔ کہ پھر اس کے کانوں میں دل تک اُتر جانے والی آواز آئی — شریدھر! میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ نہ پیارے! میں نے تیرے دونے پتوں میں انیک بار بھوجن کیا۔ تو نے مجھے ان گنت دونے دیئے ہیں، اور پھول لیپ بھی!" شریدھر پھر غور کرنے لگا — "کیسے دونے پتے؟ کیسے دیئے؟ یہ کیا لیلا ہے؟ پربھو نے مسکرا کر کہا — "نہیں، نہیں، تو نے نہیں دیئے۔ میں خود تجھ سے چھین لیا کرتا تھا — گنگا کے تٹ پر تو جب ان چیزوں کا پسارا لگا کر بیٹھا کرتا تھا۔ تو سمجھتا تھا میں تجھ سے انیائے کرتا تھا۔ مگر پیارے میں بھگت کا دھن اپنا دھن سمجھتا ہوں۔ مجھے بھگتوں سے چھینا جھپٹی میں بڑا آنند آتا ہے۔ تو کیا جانے مجھے تیرے ساتھ اٹھکیلیاں اور دل لگی کرنے میں کیا لطف حاصل ہوتا تھا"۔

اب شریدھر کو سب قصہ یاد آ گیا۔ نمائی پنڈت کے اس سے دونے وغیرہ چھین کر بار بار بھاگ جایا کرنے کا نظارہ نگاہوں میں گھوم گیا۔ وہ بہت پچھتایا، اور اندر اندر اپنے آپ کو کوسنے لگا۔ "میں مورکھ تھا کہ بھگوان سے کچھ دونے پتوں کے لئے جھگڑا کرتا تھا۔ اف! میں نے بہت انرتھ کیا۔" وہ ان خیالات میں بیکل ہوا جاتا تھا، کہ بھگوان نے پھر کرپا کی، اور آواز دی — "شریدھر! ادھر آ۔ پیارے سوچ کاہے کی کرتا ہے۔ اُٹھ آ، میرے پاس تو آ ذرا"!

شریدھر ڈگمگاتا ہوا چلا۔ بھگوان نے بڑا پیار کیا۔ اپنے کومل انگوں سے چھوا، اور کہا — شریدھر! مانگ لے، جو جی میں آئے۔ برہمانڈ کے سب خزانے تیرے لئے کھلے ہیں"۔

شریدّھا پریم آنند میں پھر بے ہوش تھا۔ جانے کس عالم میں کھویا ہُؤا تھا۔ ظاہری اور مصنوعی حواس۔ مَن بُدھی، اہنکار، سب فنا ہو گئے تھے پرم آنند میں ـــــ سُرُور مطلق میں جہاں کوئی کمی نہیں، کوتاہی نہیں کوئی اچھا نہیں، طلب نہیں، زبان نہیں، کلام نہیں، احساس نہیں، اِندریہ نہیں۔ اَب کون بولتا؟ کیسے بولتا؟ کیا مانگتا؟ کیا کلام کرتا؟ فقط ایک گھمبیر سنّاٹا چھا رہا تھا۔ جس پر برہمانڈ کی گویائی کی شیرینی نثار ہو رہی تھی۔ (اوم شم)

جیون مکت مہاپرش کے درشن

از پرم سنت شری شہنشاہ جی مہاراج

حق کے بندے کو رہا دُنیا سے کچھ کام نہیں
قید سے چھُوٹ گیا۔ دانہ نہیں دام نہیں

خواہشیں ساری مٹیں رنگ بے رنگ چڑھا
بے پیئے مست ہُوا۔ ساقی نہیں جام نہیں

ننگ اَور نام کی پرواہ نہیں اُس کو رہی
وہ بلا ذات ہیں اَب ذات نہیں نام نہیں

اس محل پہ ہے چڑھا جس کا نہیں کچھ بھی نشاں
در نہیں کھڑکی نہیں، زینہ نہیں، بام نہیں

ہے سمہ ایک سا سب ایسے بشر کو یارو
جلدی اَور دیر نہیں صبح نہیں شام نہیں

رام دُنیا کا نہیں اس کی نظر میں یارو
رام اَب رام ہُؤا وہ تو رہا رام نہیں

سب میں رہ کر بھی فقط ملتا ہے وہ ایک ہی سے
سب میں رہتا ہے۔ مگر خاص نہیں عام نہیں

جسم تو رکھتا ہے پر فکر نہیں اِس کا اُسے
دِل تو رکھتا ہے مگر دال نہیں لام نہیں

سر پہ اُس کے ہے ہمیشہ ہی ہُما کا سایہ
ہے شہنشاہ وہ مگر مُلک نہیں دام نہیں

رامائن منظوم

(شری پرشوتم لال جی)

قسط نمبر ۳

سیتا سوئمبر

کیسا سُہانا وقت ہے
کلیوں کا نوری رخت ہے
غنچہ چٹکتا ہے کہیں
اور پھول ہنستا ہے کہیں
موجِ صبا رشکِ ہری
رُوحِ رواں گلزار کی!
کوئی کہے اِک حُور ہے
اور کیا نشے میں چُور ہے
بادِ سحر ہے یا کہ مَے
سارا چمن مدہوش ہے
ہے وجد میں ہر شاخِ گُل
ہر پھُول مست جامِ مُل
نازک ادا خندہ جبیں
سیتا گلوں کی ہم نشیں
ہمجولیاں جھلکے کیے
آغوش راحت میں لیے
ماہِ فلک ہالے میں ہو
ایسے ہی سیتا کو کہو
گُل پیرہن غنچہ دہن
گویا چمن اندر چمن
گلزار کو رشک آگیا
گُل دیکھ کر شرما گیا
نرگس بھی کہتی تھی کہیں
ایسی حسیں دیکھی نہیں
دو شرمگیں بانکے جوان
با ترکش و تیر و کماں
رشکِ قمر نورِ نظر
بے ساختہ نکلے اِدھر
گلشن میں شورِ "الحذر"
اُٹھا کہ جانے ہو کدھر
سیتا ہے سیرِ چمن
ہے باغ میں جلوہ فگن
نرگس نے کچھ گھورا انہیں
سوسن نے کچھ ٹوکا انہیں
لیکن وہ سُنتے تھے کہاں
آگے بڑھے تو ناگہاں

دیکھا کہ اک رشک پری صحنِ چمن میں ہے کھڑی
ہیں ساتھ کچھ ہمجولیاں! ہمسال و ہم رنگ و جواں
آتش بھبھوکا رنگ ہے مہتاب جس سے دنگ ہے
ہاں! حُسن تو وہ چاند ہے خورشید جس سے ماند ہے
یہ کیفیّت ہے چشم کی ہے کُوٹ کر مستی بھری
شرم و حیّا کی جان ہے مہر و وفا کی کان ہے
یہ حُسن یہ شرم و حیّا بولے، کہ اُف پر ماتما
کیا نُور کی تصویر ہے تیری عجب تحریر ہے
دِل آہ! بسمل ہو گیا سو جاں سے مائل ہو گیا
سِیتا نظر نیچے کئے رگھبر کسک دل میں لئے
یہ اِس طرف خاموش ہیں وہ اُس طرف مدہوش ہیں
پتھر کی صورت مان لو چینی کا پُتلا جان لو
یہ کب بھلا معلُوم تھا وہ مہ لقا وہ دِلرُبا
وہ رشکِ گلزارِ جاں وہ راحت و آرامِ جاں
رونق دلِ مہجور رُو پُتلی سراپا نُور کی
خورشید رُخ مہتاب رُو سِیتا جنک کی آرزُو
رگھبر سے بیاہی جائیگی یوں آرزُو سر آئے گی
نیّر لقب، عالی نسب شاہنشہِ خورشید جب
اَورنگ گردوں پر ہُوا باکرّو فر جلوہ نما
تارے ہُوئے یکبار گم! گویا بھرا بازار گم!
شبِ کا عمل جاتا رہا مہتاب کا سِکّہ مٹا
ہر ذرہ نُورانی ہُوا! مہ نُور سے پانی ہُوا

کرنوں سے ٹھوڑی چُوم لی
ہر مستِ خوابِ ناز کی

(باقی پھر)

از۔ ایڈیٹر

اہنکار

بڑے بڑے ہنکاریا۔ نانک گرب گلے

پُورانک گرنتھوں کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اِس بھارت ورش میں ایسے ایسے پرتاپی اور شُورویر راجہ ہو گُزرے ہیں، جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ مہاراجہ ہرنیہ کشیپُو نے بہت تپ کیا اور شری برھماجی سے ور مانگا کہ ــــ دُنیا کی کوئی بھی طاقت مجھے مار نہ سکے۔ نہ میں پرتھوی پر مرُوں نہ آکاش میں، نہ آگ سے نہ پانی سے، نہ کسی ہتھیار سے، نہ آدمی سے، نہ دیوتا سے، نہ دِن کو مرُوں نہ رات کو۔ نہ اندر مرُوں نہ باہر۔ گویا اُس نے ایسے ور مانگے کہ جن سے وہ کبھی بھی اور کسی سے بھی مر نہ سکے اور تا قیام اِس کی حکومت تمام سنسار پر بنی رہے۔ اُس کی راجدھانی مُلتان میں تھی۔ جب اُس کو یقین ہو گیا کہ برھماجی کے ور سے اُس کو دُنیا کی کوئی بھی طاقت فنا نہیں کر سکتی، تو وہ اہنکار میں پھُولا نہ سمایا۔ چنانچہ اُس نے خدا کی مخلوق کو ہر پرکار تنگ کرنا شروع کر دیا۔ اُس کی بد اخلاقی اور اتیاچاروں سے ہاہا کار مچ گیا۔ اب لوگوں کے پاس کوئی اور چارہ نہ تھا کہ وہ ایشور سے پرارتھنا کرتے کہ ہے پربھو! ہمیں اِس ظالم راکھش سے بچایئے۔ چنانچہ ان کی فریاد سُنی گئی اور اُس کے گھر میں ہی بھگت پرہلاد کا جنم ہُوا۔ جس کی مکمل کتھا شریمد بھاگوت میں موجود ہے۔ اور اس کا ذکر گورو گرنتھ صاحب میں بھی آتا ہے۔ بھگوان نے نرسنگھ اوتار دھارن کیا۔ اُن کا چہرہ تو خوفناک شیر ببر کا تھا۔ لیکن باقی جسم منش کا تھا۔ گویا نہ وہ پشو تھے؛ اور نہ ہی منش۔ اُنہوں نے ہرنیہ کشیپو کو اپنی جنگھوں پر رکھا، اور اپنے تیز ناخنوں سے اُس کا پیٹ پھاڑ دیا۔ وہ دروازے کی دہلیز پر بیٹھ گئے۔ اُس وقت سندھیا کا وقت تھا۔ گویا نہ رات تھی نہ دِن تھا۔ نہ آکاش میں اور نہ ہی زمین پر اُس کو مارا۔ نہ کسی ہتھیار سے مارا، اور نہ ہی آگ پانی وغیرہ سے۔ اِس طرح شری برھماجی کے ور کا بھی اُلنگھن نہ کیا۔ اور اُس دُشٹ آتما کا اپنے بھگت پرہلاد کی پرارتھنا پر کلیان بھی کر دیا۔ ـــــــــــ

اِتہاس بتاتا ہے کہ تریتا یُگ کے خاتمہ پر راجہ راون کو مارنے کے لئے بھگوان وِشنُو نے رام رُوپ دھارن کر کے راون جیسے پرتاپی راجہ کا خاتمہ کیا۔ راون نے بھی کال (موت) کو اپنے تپ سے باندھ رکھا تھا۔ وہ شوجی کا پرم بھگت تھا اور اُن سے ایسے ایسے ور پراپت کر لئے تھے کہ اِنسان تو کیا دیوتا بھی اُس سے تھر تھر کانپتے تھے۔ گوربانی میں آیا ہے کہ سُورج چندرما اور اگنی وغیرہ اُس کی رسوئی پکاتے تھے۔

ہ چند سُورج جا کے نیت رسوئی۔ بیسنتر جا کے کپڑے دھوئی

مطلب یہ کہ وہ ردھی سِدھیوں کا مالک تھا۔ اور اُس کو یقین ہو گیا تھا۔ کہ دُنیا کی کوئی بھی طاقت اُس کو زیر نہیں کر سکتی۔ چنانچہ اُس نے بھی اہنکار میں آکر رِشی مُنیوں، ایشور بھگتوں، پتی بُرتا استریوں پر ظلم و ستم کرنے شروع کیئے۔ اُس کا جنم تو ایک شریشٹھ براہمن خاندان میں ہُوا تھا۔ وہ مہرشی پُلست کا پوتا اور وِشروا مُنی کا پُتر تھا۔ لیکن اُس کے کرم راکھشسوں سے بھی بڑھ گئے تھے۔ اُس کی بُدھی بھرشٹ ہوگئی، اور وہ مہارانی سیتا کو چُرا کر اپنی راجدھانی لنکا میں لے گیا۔

وِناش کالے وِپریت بُدھی

گوربانی سے ظاہر ہوتا ہے، کہ اُس کے ایک لاکھ تو پُتر تھے اور سوا لاکھ اِستریاں تھیں۔

اِک لکھ پُوت سوا لکھ ناتی ۔ تے راون گھر دِیا نہ باتی

بھگوان رام نے چند دِنوں کی لڑائی میں ہی اُس کا سروناش کر دیا۔ اور اُس کا تمام اہنکار ملیا میٹ ہو گیا۔

راج مِلک جوبن گرہ سوبھا۔ رُوپ ونت جوانی
بہت دربھ ہستی اور گھوڑے۔ لال لاکھ بیانی
آگے درگہہ کام نہ آوے۔ چھوڑ چلے ابھمانی ——— (آسا محلہ ۵)

جب کلجگ کا پرویش ہونے لگا تو متھرا کے راجہ کنس نے اپنی ہی پرجا پر وہ وہ ظلم کیئے۔ جن کا ورنن شریمد بھاگوت میں موجود ہے۔ اور تو اور اپنی بہن کے سات بچوں کو تلوار کے گھاٹ اُتار دیا۔ گئو براہمنوں اور مہاتماؤں کی ہتیا کی۔ اِس کے اتیا چاروں سے پرتھوی کانپ اُٹھی۔ آخر بھگوان نے خود اِنسانی رُوپ میں کرشن اُوتار دھارن کیا۔ جیسا کہ گوربانی سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ

محلہ ۴:- آپے گوپی کاہن ہے پیارا۔ بن آپے گؤ چراہا
آپے ساوَل سُندر پیارا۔ آپے بنسی بجاہا
کُوَلیا پیڑ آپ مرائیندہ پیارا۔ کر بالک رُوپ پچھاہا
آپ اکھاڑا پائیندا پیارا۔ کر ویکھے آپ چوجاہا
کر بالک رُوپ اُپائیندا پیارا۔ چنڈور کنس کیس ماراہا
آپے ہی بل آپ ہے پیارا۔ بل بھنّے مورکھ مگداہا
سب آپے جگت اُپائیندا پیارا۔ وِس آپے جگت ہتھاہا
گل جیوڑی آپے پائیندا پیارا۔ جیوں پربھ کھنچے تیوں جاہا
جو گربھے سو پچسی پیارے۔ جپ نانک بھگت سماہا

بھگوان کرشن نے جن کی آیو اُس وقت صرف ۹-۱۰ سال کی تھی۔ کنس کو کیسوں سے پکڑ کر

زمین پر پٹک دیا۔ اُس کے پران پکھیرو اُڑ گئے۔ اور اُس کے پاپ کا بھانڈہ پھوٹ گیا۔ متھرا میں اَمن چین سے لوگ رہنے لگے، اور مہاراجہ اُگرسین کو قید سے رہائی ہُوئی۔

آج سے پانچ ہزار سال پہلے (کنس کے بعد) کوروؤں کا راجہ دریودھن ہُوا۔ جو کہ دِلی، ہستناپور کے علاقہ میں گدی نشین تھا۔ اُس کے ظلم و تشدد نہ صرف اپنی رعایا پر تھے۔ بلکہ چچازاد بھائی پانچ پانڈو بھی تمام عُمر اُس کا شکار بنے رہے۔ بھگوان کرشن، وید ویاس جی، بھیشم و مہاتما وِدر اور اُس وقت کے دیگر مہاپُرشوں نے اُس کو سمجھانے کی سر توڑ کوشش کی، اور یہاں تک کہا، کہ اپنے اِن بھائیوں کو صرف پانچ گاؤں ہی دے دو۔ وہ اِن میں ہی مطمئن ہو کر اپنا جیون نرواہ کر لیں گے۔ لیکن اُس نے کسی کی بھی نہ مانی۔ بلکہ اُن کی دھرم پتنی پتی برتا دروپدی کی بھری سبھا میں بے عزتی کی۔ اِنجام کار مہابھارت کا یدھ ہُوا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ اِس سنسار میں بڑے بڑے بلوان آئے۔ جس نے بھی اہنکار کیا۔ اُس کو مُنہ کی کھانی پڑی۔ اِسی لئے تو گوربانی میں آیا ہے۔

بڑے بڑے ہنکاریا۔ نانک گرب گلے

جنوری ۱۹۷۸ء کا سالنامہ "شانتی انک" کے نام سے منسوب ہوگا۔ لیکھک مہودے اپنے مضامین یکم ستمبر ۱۹۷۷ء تک بھیجنے کی کرپا کریں

نوحۂ غم

مادرِ مشفق شریمتی بھگوتی دیوی کی یاد میں جو ۱۱ مارچ ۱۹۷۷ء کو مقام سفیدوں داغِ مفارقت دے گئیں

از قلم پنڈت نریندر ناتھ شرما نریندر ریٹائرڈ سب انسپکٹر پولیس سنگرور

پیاری ماں

صد حیف۔ زندگی میں نہ گوہر کی قدر کی

بے رحم موت ہم نے بگاڑا تیرا تھا کیا
سینے میں تیرے دل ہے نہ پہلو میں ہے جگر
تیری کوئی نہ ماں ہے نہ تیرا کوئی پتا
سچ ہے تو آئی پاؤں میں جس کے نہ ہو پھٹی
قدرت کے ہاتھ میں ہے مگر اک تو نرتکی
الزام کیا میں دوں تجھے۔ مجبورِ حال ہے
آغوش میں ہے تیری میری مادرِ شفیق
کرتا ہوں تجھ سے باادب میں اک التجا
ایک پیکرِ پیار و محبت تھی بھگوتی
غائب ہوئی تو آج تنفس بھی بار ہے
مادر معاف کیجیو ہمارے قصور کو
اے خالقِ غفور تو دیجیو اسے اماں
اگر آدر نریندر روئیں گے مادر کو عمر بھر

کیوں مادرِ شفیق کو ہم سے کیا جدا
ماں کے پیار سے ہے تو نادان۔ بے خبر
بچوں سے ماں کے پیار کو تو جانتی ہے کیا
کیا درد دوسروں کا وہ جانے گی نک کٹی
گرداں ازل سے خود ہے تو در حالِ بے بسی
قدرت سے منحرف ہو۔ کیا تیری مجال ہے
راہِ عدم میں جز تیرے کوئی نہیں رفیق
محفوظ کیجیو اسے منزل سے آشنا
صد حیف۔ زندگی میں نہ گوہر کی قدر کی
ہے پارہ پارہ دل تو جگر تار تار ہے
مادر پرنام کرتے ہیں ذاتِ حضور کو
تیا پارگاہ میں آپ کی پائے ہماری ماں
شیلا نڈھال دردِ جدائی میں بیشتر

ودیا الم سے رات دن ہے جس قدر تپاں
تابِ بیانِ غم۔ یہ نریندر میں ہے کہاں

غم زدگان:

اگر سین شرما۔ نریندر ناتھ شرما نریندر

رسالہ "اُوم" دِلّی
کا
دھرم پرچار پرکاشن

"اُوم" پریمیوں کی سہائیتا سے "دھرم پرچار پرکاشن" کے انترگت گذشتہ چار سال کے دوران ہم رسالہ "اُوم" کے سالانہ خریداروں کی سیوا میں لگ بھگ بیس دھارمک پُستکیں مُفت یا خاص رعائتی قیمت پر بھینٹ کر چکے ہیں۔

تین سال پیشتر ہم نے "شنکا سمادھان" پُستک چار حصّوں میں شائع کی تھی۔ جسے بے حد پسند کیا گیا اور شائع ہوتے ہی چند ماہ کے عرصہ میں چاروں حصّے ختم ہو گئے۔ اُس کے بعد "بالمیکی رامائن" کے تین حصّے شائع ہُوئے اور اُس کام میں مصروفیت کے باعث پاٹھکوں کے اصرار کے باوجود ہم "شنکا سمادھان" کا دُوسرا ایڈیشن جلدی شائع نہ کر سکے۔ "اُوم" پریمیوں کی خوشنودی کو دھیان میں رکھتے ہُوئے ہمارا ارادہ ہے کہ اب اُس پُستک کا نیا ایڈیشن رامائن کی طرح بڑے سائز $\frac{20\times30}{8}$ پر شائع کیا جائے اور مناسب ردّوبدل کے ساتھ چار حصّوں کی بجائے اسے ایک ضخیم کتاب کی صُورت میں بھینٹ کیا جائے۔

اعلےٰ سفید کاغذ کے زائد از تین سو صفحات پر مشتمل اس کتاب کی قیمت سولہ ۱۶ روپے مقرر ہو گی لیکن رسالہ "اُوم" کے سالانہ خریداروں سے خاص رعائتی قیمت صرف -/۸ روپے وصول کی جائے گی۔

5 جولائی 1977 کو شائع ہونے پر یہ پُستک رسالہ "اُوم" کے تمام سالانہ خریداروں کی سیوا میں خاص رعائتی قیمت آٹھ -/۸ روپے علاوہ دو روپے ڈاک خرچ کُل مبلغ دس -/۱۰ روپے کیلئے بذریعہ وی پی اُرسال ہو گی۔

رسالہ "اُوم" کے نئے یا پُرانے سبھی سالانہ خریداروں سے ضروری التماس ہے۔ کہ اگر وہ کسی وجہ سے "شنکا سمادھان" کا نیا ایڈیشن نہ لینا چاہتے ہوں تو ہمیں 15 جون تک ضرور مُطلع کر دیں تاکہ اُن کی خدمت میں وی۔پی نہ بھیجا جائے۔ دھنیہ واد

منیجر

شنکا سمادھان ۔ دُوسرا ایڈیشن

"شنکا سمادھان" کے نئے ایڈیشن میں جو پرشن اُتر پرکاشت ہو رہے ہیں۔ اُن کی مکمل فہرست حسب ذیل ہے:-

- کیا ایشور درشن ہو سکتے ہیں؟
- پرماتما کی ہستی ہے یا نہیں؟
- ایشور کا دُنیا کے کاموں میں کہاں تک دخل ہے؟
- ایشور کی ہستی کا ثبوت کیا ہے؟
- اگر کوئی پرماتما ہے تو سنسار کے دُکھ کیوں دُور نہیں کرتا اور ظاہر کیوں نہیں ہوتا؟
- ایشور نہائے کاری اور دیالو بھی ایک ہی وقت میں دونوں کیسے ہو سکتا ہے۔
- "کرن کراون آپے آپ۔ مانش کے کچھ ناہیں ہاتھ"
- جو ہوتا ہے ایشور کی مرضی سے ہوتا ہے۔ پھر اچھے بُرے کرموں کا پھل منش کو کیوں ملتا ہے۔ جبکہ اُس کے اختیار میں کچھ بھی نہیں۔

● یکسوئی پراپت کرنے کا طریقہ بتائیں؟

● چیتن آتما۔ جڑ بھوتوں میں کس طرح اور کیوں پرکٹ ہو رہا ہے۔

● پرماتما نراکار ہے یا ساہکار۔

● جیو برہم کی ایکتا کیسے ممکن ہو سکتی ہے۔

● جب ہم سب برہم ہیں تو ایشور بھگتی کی کیا ضرورت ہے۔

● پرماتما کے پرتکش درشن کیسے ہو سکتے ہیں۔

● برہم گیانی کس طرح اُپاسنا کرتا ہے اور کس کی اُپاسنا کرتا ہے۔ جبکہ یہ سب کچھ آپ ہی ہے؟ وہ کیا ہے اور کون ہے۔ جو یہ کہتا ہے کہ "میں برھم ہوں۔"

● من کے سنکلپ وکلپ کیسے دُور ہوں۔

● آتم گیان میں سنھتی کا اُپائے بتائیں۔

● من کو ایکاگر کرنے کے لئے جگیاسو کس کا دھیان کرے۔

● برھم گیان پراپت کرنے کے لئے کیا دُنیاوی کاروبار تیاگ کر ایکانت باس کرنا ضروری ہے۔

● آتم گیان حاصل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

● اگیان اوستھا میں آتما۔ من بدھی اور بھوگتا بن جاتا ہے۔ لیکن گیان اوستھا کی پراپتی پر یہ اُن سے علیحدہ ہو کر اسنگ اور درشٹا ہی رہتا ہے۔ صرف من بُدھی اندریاں اور شریر ہی کام کرتے ہیں۔ اب پرشن یہ ہے کہ من، بُدھی اور شریر وغیرہ تو جڑ ہیں اور چیتن آتما کے اوزار ہیں۔ جب چیتن آتما ان سے بالکل آسنگ ہو کر ایک طرف اکرتا ہو کر بیٹھ گیا۔ تو اس گیان اوستھا میں ہمارے شریر میں "کرتا" کون ہوتا ہے؟ یعنی ان اوزاروں سے کون چیتن کام لیتا ہے؟

● سرشٹی کی اُتپتی کیسے ہوئی؟

● آتما جو واستو میں ایک ہی ہے، انیک روپ کیوں پرتیت ہوتا ہے؟

● ویدانت شاستر کی رچنا کب ہوئی اور کس نے کی؟

● تیاگ یعنی سنیاس کب اختیار کرنا چاہیئے؟

● کیا ویدانت کی تعلیم سے انسان کاہل اور سست بن جاتا ہے؟

● مہاتما لوگ کہتے ہیں کہ پرماتما تمہارے اندر رہی ہے، اُسے کھوجو، وہ تمہیں مل جائے گا۔ آپ بتائیں کہ اُسے کس طرح کھوجنا چاہیئے؟

● دیوتاؤں کی پُوجا نیز شُدھ اور ستوگنی بھوجن کی کیوں آوشیکتا ہے۔

● بھارت کی تباہی کا کارن واچک گیان ہی ہے۔ "اہم برھم اسمی" کہنے والے پاپ کرم کرتے وقت ذرا بھی جھجک محسوس نہیں کرتے۔ اس لئے جب تک انسان کو مکمل گیان پراپت نہ ہو جائے مُنہ پر طوطے کی طرح "اہم برھم اسمی" کہتے رہنا کیسے لابھ دائک ہو سکتا ہے۔

● پرہلاد بھگت نے جس رام کی اُپاسنا کی کیا وُہ رام وُہی تھا۔ جو کہ دشرتھ کا بیٹا تھا یا کوئی اور تھا؟ اگر وُہی تھا تو اس کا یقین کیسے کیا جائے۔ کیونکہ دشرتھ کا بیٹا رام تو پرہلاد سے کئی ہزار برس بعد پیدا ہُوا؟

● بھگوان رام اگر مریادا پرشوتم تھے تو اُنھوں نے بالی کو چُھپ کر تیر کیوں مارا؟

● کیا نرگن ایشور کرشن روپ میں اوتار گرہن کر سکتا ہے؟

● کیا مہابھارت کے یُدھ کا کارن بھگوان کرشن تھے؟

• مہادیو شنکر کیا ایشور تھے یا دیوتا؟ اگر خود ایشور تھے تو ہمالیہ پر کس لیئے تپسیا کی؟ اگر وہ دیوتا تھے۔ تو بھگوان رام نے رامیشور پر اُن کی پُوجا کیوں کی؟

• شولنگ کو اس نام سے کیوں موسُوم کیا جاتا ہے اور اس کا پُوجن کیوں کرتے ہیں۔ یہ دُوسرے مذاہب والوں کے لیئے مذاق بنا ہُوا ہے؟

• اگر مُورتی میں ایشور ہے تو پاکستان بننے پر جب کئی مُورتیوں کا کھنڈن کیا گیا، تو وہ مُورتیاں اپنی رکھشا کیوں نہ کرسکیں اور اپنے پُجاریوں کو کیوں نہ بچا سکیں۔

• شاستروں میں پراتاکال ۳ یا ۴ بجے جاپ کرنے کی ہدایت ہے۔ اگر اس کے برعکس کئی وجُوہات کی بنا پر سُوریہ اُدے کے بعد جاپ کیا جائے، تو اس میں کیا بُرائی ہے؟

• کُل گورُو کا منتر چھوڑ کر نئے گورُو سے منتر لینے میں کیا پاپ ہے؟

• آج کل دُنیا میں لاکھوں پاکھنڈی سادھو سادہ لُوح انسانوں کو اپنے دام میں پھنسا کر اُن کے گورُو بن جاتے ہیں۔ انسان سچے اور جھوٹے سادھو میں تمیز کیسے کرلے؟ اگر گورُو دھارن نہ کیا جائے تو کیا نُقصان ہے اور گورُو دھارن کرنے سے کیا لابھ ہے؟

• ہندوؤں میں ورن آشرم دھرم کا آغاز کب اور کیوں ہُوا؟ اس سے قوم کی یک جہتی کو بہت نقصان پہنچا ہے۔ یہ ذات پات مکمل طور پر ختم ہونی چاہیئے۔ براہمنوں کو کیا حق ہے کہ وہ اپنی پُوجا کرائیں، اور شُودروں کو نیچ خیال کریں۔

• میرے ایک معزز عُمر رسیدہ رشتہ دار عرصہ سے بیمار ہیں۔ ایک روز میں اُن کی مزاج پُرسی کے لیئے گیا اور اُن سے کہا کہ کچھ دان پُن کریں، تو اُنہوں نے غُصّہ میں بھر کر جواب دیا کہ یہ تو پرماتما کو رشوت دینے کے مترادف ہوگا۔ آپ اپنے رسالہ میں اس کا جواب دیں کہ ہندو شاستر اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

• ہندو چوٹی کیوں رکھتے ہیں اور جنیؤ کیوں پہنتے ہیں؟ تِلک لگانے سے کیا لابھ ہے؟

• شرادھ وغیرہ کرم کرنے ضروری ہیں یا ان کو چھوڑ دینا چاہیئے؟

• اُترایَن اور دکھشنایَن مارگ کیا ہیں؟

• مہابھارت میں لکھا ہے کہ کرن دراصل کُنتی کا پُتر تھا اور کُنتی جب ابھی کنواری تھی، تو یہ لڑکا پیدا ہُوا۔ کیا یہ کُنتی جیسی پتی برتا راج رانی کے کیریکٹر پر ایک زبردست دھبّہ نہیں ہے؟

• کیا استریوں کو وید پڑھنے اور گایتری جاپ کا ادھیکار ہے؟

• کیا وید ایشوری بانی ہے؟

• اکثر انسانی طبقہ بھارتی شاستروں کو ناستک قرار دیتا ہے۔ یہ خیال کہاں تک دُرست ہے؟

• خاندانی منصوبہ بندی میں برہمچریہ کی کتنی اہمیت ہوسکتی ہے۔

• برہمچریہ کی رکھشا کے لیئے کیا سادھن اپنائے جائیں۔

• مَن کا وکھشیپ کیسے دُور ہو، پاپ کیسے نشٹ ہوں اور اُتم دان کونسا ہے؟

• بھیانک اور گندے سوپن کیوں آتے ہیں؟

- انسان سب کچھ جاننے کے باوجود مُورکھتا کیوں کرتا ہے؟
- مُنش کے لیئے کلیان کا مارگ کونسا ہے؟
- برت رکھنے کے کیا لابھ ہیں؟
- منگل کا برت رکھنے کی وِدھی بتائیں؟
- مُورتی میں بھگوان کیسے ہو سکتے ہیں؟
- تقدیر اور ہونی میں کیا فرق ہے۔ کیا انسان اپنے درِڑھ سنکلپ یعنی قوتِ ارادی سے ہونی کو ٹال سکتا ہے۔ جو کہ اٹل سمجھی جاتی ہے؟
- کیا مُنش اپنی قسمت کو بدل سکتا ہے؟
- مالا کے ۱۰۸ دانے کیوں ہوتے ہیں۔ کم و بیش کیوں نہیں ہوتے۔ کیا مالا کے بغیر جاپ کرنا لابھ دائک نہیں ہوتا؟
- گیان مارگ آسان ہے یا بھگتی مارگ؟ گیان مارگ میں کون کون سی رکاوٹیں درپیش آتی ہیں؟
- رسالہ "اوم" سناتن دھرمی پرچہ ہے یا آریہ سماجی؟
- آریہ سماج اور سناتن دھرم میں کیا فرق ہے؟
- کیا استریوں کو گورو دھارن کرنا چاہیئے
- کیا گورو کے بغیر انسان کی گتی نہیں ہوتی؟
- پاپوں کا پرائشچت کیسے ہو؟
- نامدھاری پنتھ کیا ہے۔ اس کے بانی کون تھے اور کیا وہ ابھی زندہ ہیں؟
- گورو گوبند سنگھ جی نے مورتی پوجا اور اوتار واد کا کھنڈن کیوں کیا۔ جبکہ آپ تمام گورو صاحبان کو سناتن دھرمی تصوّر کرتے ہیں؟
- ہندو دھرم اور بدھ مت میں کیا فرق ہے؟
- دیگر مت متانتروں کا ویدک دھرم سے کیا اختلاف ہے؟
- ہم کون سا راستہ اختیار کریں جس سے ہمارا کلیان ہو؟
- جیو کا سروپ کیا ہے؟ برہم جیو بھاؤ کو کیوں پراپت ہوا؟
- ہندو دھرم کو دوسرے مذاہب سے کیوں فضیلت حاصل ہے۔ جب سب دھرم اور مذہب ایک ہیں۔ پھر یہ تمام تفرقات دور ہو جانے چاہیئیں آپ کا کیا خیال ہے؟
- کیا ایڈیٹر "اوم" کو تعصب کی آگ میں جلنا واجب ہے؟

نوٹ:-

اس پرچہ میں جگہ کی زیادہ گنجائش نہ ہونے کے باعث ہم "شنکا سمادھان" میں شائع ہونے والے تمام پرشن اُتروں کی فہرست یہاں درج نہیں کر سکے۔ لیکن ہمارا یقین ہے کہ اس نامکمل فہرست کو پڑھ کر بھی ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ "شنکا سمادھان" کتنی دلچسپ اور لابھ دائک پستک تیار ہو رہی ہے۔

ایڈیٹر

"آئینہ" اُوم

شری آنند کپُور

کبھی بگڑے مُقدّر کی کبھی امداد کی تُو نے
کبھی بھُوکے کو سچ کہنا کبھی کھانا کھلایا ہے
کبھی ننگے کو کپڑا بھی کبھی تُو نے پہنایا ہے
کبھی بیمار بے دارُو کو دِلوائی دوا تُو نے
کبھی گرتے ہُوئے کو بھی کبھی تُو نے سنبھالا ہے
کبھی راہ پر لگایا تُو نے گُم راہ بے سہارے کو
کبھی بیوہ یتیموں کا بھی جا کر حال پُوچھا ہے
کبھی دو لڑنے والوں میں صُلح تُو نے کرائی ہے
کبھی ماں باپ کی سیوا کا بھی تُم کو خیال آیا
کبھی جھُوٹے چغلخوروں کا بھانڈا تُو نے پھوڑا ہے
ملاوٹ چور بازاری کا دھندا تُو نے چھوڑا ہے
کئے ہیں وقف کچھ گھنٹے بھلائی کے لئے تُو نے
کسی ناواقف کو واقف کیا راز حقیقت سے
نہ کی تُو نے ہی جب کوشش کسی کا دُکھ بٹانے کی
اِس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے دُنیا یہ کرم کھیتی ہے
کبھی تو آئینہ دِل میں بھی یارو جھانک کر دیکھو
گنوایا وِشیوں میں اپنا ہیرے سا جنم تُو نے
سبھی اپنے ہیں دُنیا میں کوئی بھی نہ پرایا ہے

کسی مظلُوم کے دِل کی سُنی فریاد بھی تُو نے
کسی پیاسے کو اپنے ہاتھوں سے پانی پلایا ہے
کسی لاوارث مُردے کو کبھی تُو نے جلایا ہے
کسی بے درد بے پر کیلئے مانگی دُعا تُو نے
محبّت سے کسی کے دِل کا کانٹا بھی نکالا ہے
تسلّی دی کبھی روتے ہُوئے قسمت کے مارے کو
حلیمی سے سوالی کا کبھی سوال پُوچھا ہے
کبھی بُغض و حسد نفرت کی اگنی بھی بجھائی ہے
نہیں آیا عزیزو تو سمجھ لو کہ زوال آیا
بدطینت اور بدکاروں سے ناطہ اپنا توڑا ہے
بتا سچ سچ دُکھی خلقت سے اپنا دِل بھی جوڑا ہے
رفاہِ عام کی خاطر خُدائی کے لئے تُو نے
کسی کامل کے قدموں میں جھُکایا سر عقیدت سے
بتا کس مُنہ سے کرتا ہے شکائت تُو زمانے کی
یہ لے کر ایک دانہ کو ہزاروں دانے دیتی ہے
کبھی خود اپنے اعمالوں کی قیمت آنک کر دیکھو
شرم سے سر نہ اُٹھے گا کیے ہیں وہ کرم تُو نے
سُنا ہے عقلمندوں سے کہ ہر میں ہر سمایا ہے

اگر چاہتا ہے تو آنند کہ مِل جائے تجھے مُکتی
کسی بے بس بیچارے کی کنارے پر لگا کشتی

(اُوم آنند)

JUNE | Regd. No. of Newspaper R.N.660/.
Monthly 'OM' Delhi
Vol.44 | P.O. Regd.No.D(D)-68